شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لافتیٰ اِلاّ علیؓ لاسیفَ اِلاّ ذوالفقار

DATA ENTERED

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات، جنگی فتوحات
سیاسی اور انتظامی معاملات، اخلاقی، مذہبی اور علمی و روحانی کارنامے

مُصنّف

استاذ العلماء محمد علی نقشبندی

زاویہ پبلشرز
۶۔ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: 042-7248657 موبائل: 0300-9467047

Marfat.com

۹۷۲۸۱

زاویہ پبلشرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۲۰۰۴ء

بار اوّل ــــــــــــــــ ۱۰۰۰

ہدیہ ــــــــــــــــ 80 روپے

زیرِ اہتمام

نجابت علی تارڑ

ملنے کے پتے

- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور ۰۴۲-۷۲۲۱۹۵۳
- دارالاخلاص۔ ۴-۳ صدف پلازہ محلہ جنگی قصہ خوانی بازار۔ پشاور شہر ۰۹۱-۲۵۶۷۵۳۹
- مکتبہ قادریہ نزد چوک میلاد مصطفیٰ۔ سرکلر روڈ۔ گوجرانوالہ ۰۴۳۱-۲۳۷۴۹۹
- مکتبہ غوثیہ ہول سیل (پرانی سبزی منڈی) کراچی ۰۲۱-۴۹۱۰۵۸۴
- مکتبہ عثمانیہ۔ رامتلائی روڈ۔ سیالکوٹ ۰۳۰۰-۶۱۰۸۳۱۲
- احمد بک کارپوریشن۔ کمیٹی چوک۔ راولپنڈی ۰۵۱-۵۵۵۸۳۲۰
- مکتبہ المجاہد۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیرہ شریف ۰۴۵۲۱-۹۱۱۷۶۳
- مکتبہ چشتیہ۔ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا
- منہاج القرآن پبلی کیشنز۔ ضیاء مارکیٹ۔ سرگودھا ۰۴۵۱-۷۲۱۶۳۰

بسم الله الرحمن الرحیم

فہرست

قبول اسلام۔	7
عام الحزن۔	9
غزوہ بدر میں حضرت علیؓ نے پہلیبار تلوار کے جوہر دکھائے۔	10
حضرت علیؓ نے غزوہ احد میں بہت زیادہ جوانمردی دکھائی۔	10
حضرت علیؓ نے غزوہ احد میں نامی گرامی پہلوان کو مبارزت میں قتل کر دیا۔	11
غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو دلجوئی فرمائی۔	14
حضور اکرمؐ کو غسل حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر خاندان کے افراد نے دیا۔	16
حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ سے حضور اکرمؐ کو بہت محبت تھی۔	20
حضرت علیؓ سقیفہ بنی سعد کی مجلس میں شامل نہ ہو سکے۔	24
حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیعت کرنے میں تردد کیا۔	30
شام کے حالات حضرت علیؓ کے خلاف تھے۔	34
حضرت علیؓ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ شام پر چڑھائی کی جائے تاکہ وحدت ملی دھچکا نہ لگے۔	35
مکہ مکرمہ میں قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔	39
اُم المومنینؓ کا لشکر بصرہ پہنچ گیا۔	40
حضرت اسامہ بن زیدؓ کی حق گوئی بصرہ پر ام المومنینؓ کا قبضہ ہو گیا۔	41
حضرت علیؓ کو بصرہ کے بارے میں تردد پیدا ہو گیا۔	42
حضرت علیؓ سے نہایت اہم سوال کیے گئے جن کا انھوں سے تسلی بخش جواب دیا۔	45
بلوائی اور لبائی عنصر نے اس صلح کو ختم کر کے رکھ دیا۔	47
حضرت عشرہ مبشرہ کا کردار میدان جنگ میں۔	50
کوفہ کو دار الخلافہ بنانے کی وجوہات۔	53
جنگ جمل کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو ایک سال تیاری کے لیے مل گیا۔	57
فوجوں کی ترتیب اور صف آرائی۔	60
تیسرا وفد بھی ناکام واپس آیا۔ ۸ صفر ۳۷ء کو گھمان کی لڑائی ہوئی۔	63
مروراء کے مقام پر خوارج حضرت علیؓ کو فوج سے علیحدہ ہو گئے۔	69

Marfat.com

فہرست

حضرت علیؓ کی خوارج سے مصالحانہ گفتگو۔	70
حضرت عمرؓ بن العاص کا اعلان۔	75
مورخین کی باتوں کو قبول کرنے کا معیار، حضرت علیؓ کا موقف۔	77
ملک شام پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری۔	81
ملک شام پر لشکر کشی کا بھرپور ارادہ کیا، ملک مصر کے حالات۔	84
عبدالرحمٰن بن مسلم نے چند خوارج کے گھرانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔	89
حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو اپنی شہادت کا یقین قبل از وقت ہو گیا تھا۔	93
بیعت رضوان لی گئی، عروہ بن مسعود حضور اکرمؐ کی خدمت میں آیا۔	97
حدیبیہ سے واپسی پر سورۃ فتح کا نزول۔	101
حضرت عثمان غنیؓ سراپا تسلیم و رضا ہیں۔	104
صلحنامہ کی کتابت حضرت علیؓ کے سپرد تھی۔	104
فقہی مسائل میں حضرت علیؓ کی رائے نہایت موزوں مگر انتظامیہ میں ان کی	109
پختگی رائے حصول مقصد میں حارج ہوتی تھی۔	109
عہد فاروقیؓ میں یہ برطرفی یا تنزلی مسلمانوں کی فتوحات پر اثر انداز نہ ہوئی۔	110
بلوائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ سایہ کی طرح چل پھر رہے تھے۔	113
حضرت علیؓ بھی نازک حالات میں خلافت سنبھالتے ہیں۔	115
حضرت امیر معاویہؓ کے اچھے سے دمشق کے گورنر چلے آ رہے ہیں۔	118
شام میں حضرت امیر معاویہؓ کی پوزیشن بہت مظبوط تھی۔	121
حضرت علیؓ کا مقام بہت بلند ہے۔	124
غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا۔	128
باطل نے عقائد خاسدہ کے ہتھیار سے حق کا مقابلہ کیا۔	131
جنگلات سے آمدنی حاصل کی۔	134
تصوف میں آپ کا مقام۔	138
وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا میر۔	142
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔	142
ایک خارجی نے امام حسینؓ پر مہلک وار کیا۔	144
حضرت امام حسنؓ کا انتقال۔	147
دعوت قلب و فکر۔	150

حسب و نسب

آپ کا نام علیؓ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب۔

لقب : اسداللہ، حیدرِ کرار ، علی المرتضیٰ۔

والد کا نام : ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ اس نسبت سے آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں۔

والدہ کا نام : فاطمہ بنت اسد۔ آپ بنی ہاشم کے خاندان سے تھیں۔

آپ کی پیدائش بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال پہلے ہوئی ہے یعنی بعثت کے وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی۔ آپ نجیب الطرفین ہیں۔ والد اور والدہ ہر دو بنی ہاشم کے خاندان سے تھے۔

بچپن سے ہی آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہنے لگے اور ان کے گھر کے فرد سمجھے جانے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ بتولؓ کا نکاح ۲ھ میں آپ سے ہوا۔ اس نسبت سے آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور ان کے گھر کے فرد ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اٹھایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک آٹھ سال کا ہوا تو حضرت عبدالمطلب دنیا سے رخصت ہوئے لیکن جاتے جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے چچا حضرت ابوطالب کے ذمہ کردی۔ حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کا خیال ہر وقت رکھتے سفر و حضر میں اپنے سے جدا نہ ہونے دیتے۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پیغام نکاح کی تکمیل بھی حضرت ابوطالب نے کی اور خطبہ نکاح خود پڑھا۔

مکہ مکرمہ میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ حضرت ابوطالب کثیر الاولاد تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں وہ ایک فرد کی حیثیت سے رہنے لگے۔

قبولِ اسلام

بعثت کے وقت حضرت علیؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ ایک روز آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہر دو کو نماز پڑھتے دیکھا طفلانہ انداز میں پوچھا کہ آپ کیا کر رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے جو کہ وحدہٗ لاشریک ہے اور میں اس کا رسول ہوں میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم بھی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو۔ چنانچہ حضرت علیؓ یہ الفاظ سن کر رات بھر غور کرتے رہے اور صبح کو اٹھ کر "اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

ایک دفعہ جب "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" (اے نبی! اپنے رشتہ داروں کو خدا کے عذاب سے ڈراؤ) کی آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیزوں کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ کو اس دعوت کے انتظام کے لیے مامور فرمایا۔ اس دعوت میں خاندان عبدالمطلب کے تمام افراد شریک تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکا مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے آل مطلب! خدا کی قسم میں ایک ایسی نعمت لے کر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کے لیے کافی ہے اس بوجھ کو اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ یہ کلمات سن کر تمام خاموش ہو گئے۔ اس وقت حضرت علیؓ اٹھ کر کہنے لگے کہ اگرچہ میں عمر میں آپ سب سے چھوٹا ہوں اور میری آنکھیں بھی دکھتی ہیں اور میری ٹانگیں بھی کمزور اور پتلی ہیں تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ جو حضرت علیؓ کی زبان سے الفاظ رفاقت کے بارے میں ادا ہوئے تھے وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئے۔ تاریخ عالم کے اوراق اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور قیامت تک تصدیق کرتے رہیں گے کہ علیؓ نے جو کچھ وعدہ کیا وہ سچ کر دکھایا۔

Marfat.com

حضرت ابوطالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے خوش تھے

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں پرورش پاتے رہے اور حضرت ابوطالب اپنے بیٹے کو تاکید کرتے رہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک پہاڑ کی اوٹ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ حضرت ابوطالب پاس سے گزرے۔ دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر اپنے بیٹے کو کہنے لگے کہ اگرچہ میں اپنے آبائی دین پر قائم ہوں لیکن تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ چھوڑنا۔

کفار مکہ نے جب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف سب کو بلاتے ہیں اور لوگ بھی ان کی دعوت کو قبول کر کے ان کے گروہ میں شامل ہو رہے ہیں تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اپنے اس بھتیجے کو روک دو کہ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں اور یا آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود ان سے نپٹ لیں گے۔

حضرت ابوطالب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ اے بھائی کی جان! مجھے اس قدر مصیبت میں نہ ڈالو۔ تمام قریش مکہ مخالفت پر اتر آئے ہیں ان کے آبائی دین کے متعلق ذکر کرنا چھوڑ دو۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمانے لگے کہ اے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور میرے بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں تبلیغ سے باز نہ آؤں گا خواہ اس راستہ پر میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

شعب ابی طالب کی وجہ تسمیہ

ان الفاظ کو سن کر حضرت ابوطالب بہت زیادہ متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے میرے بھتیجے اپنا کام کیے جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے بنو عبد المطلب سے معاشی اور سیاسی مقاطعہ کیا تو حضرت ابوطالب اپنے کنبہ کے افراد کو لے کر شہر سے باہر چلے گئے اور ایک گھاٹی میں مقیم ہو گئے اور یہ مقاطعہ پورے تین سال تک رہا۔ اس گھاٹی کا نام بعد میں شعبِ ابی طالب پڑ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان تمام مصائب کو برداشت کرتے رہے۔

آخر دس نبوی میں حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اخیر دم تک اسلام تو قبول نہ کیا لیکن

Marfat.com

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفدار رہے۔

عَامُ الحُزن

اسی سال امیر المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یکے بعد دیگرے دو عظیم صدمے برداشت کرنے پڑے۔ صحابہ کرامؓ اس سال کو "عام الحزن" کے نام سے یاد کرتے تھے۔

حضرت ابوطالب کی طرف داری اور تعاون کے نہ ہونے کی وجہ سے کفار مکہ کے حوصلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے میں بہت بڑھ گئے۔ آخر متواتر تکالیف برداشت کرنے کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یثرب والوں کو ہدایت پر لانے کے لیے یثرب کی زمین ہموار کردی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمان یثرب کو ہجرت کرنے لگے اور وہ ساعت بھی آگئی جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی یثرب کو ہجرت کر گئے۔ صرف حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ دو صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ مکرمہ میں رہ گئے جن میں سے ایک کو رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور دوسرے کے حصہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

یوں تو اس مقررہ رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس رات وہ بستر حقیقی طور پر مقتل بنا ہوا تھا اور لیٹنے والا خوب سمجھتا تھا کہ یہ بستر قریش مکہ کی تلواروں اور برچھیوں کا نشانہ بننے والا ہے، لیکن شیر خدا علی المرتضیٰؓ نے نہایت خوشی سے اس بستر پر لیٹنے کی آمادگی ظاہر کی۔ علی الصبح جب علی المرتضیٰؓ نہایت اطمینان سے بستر سے اٹھنے لگے تو محاصرین نے انہیں آن گھیرا اور پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بے تکلف فرمایا کہ مجھے کیا خبر کہ کہاں ہیں؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے جو پہرہ دیتے رہے ہیں میں تو تمام رات آرام سے لیٹا رہا ہوں۔ یہ جواب سن کر قریش مکہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تھوڑی دیر کے لیے محبوس رکھا پھر چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل ..... کرنا تھا.....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی ہوئی امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جُوں کی تُوں ان کے اصل مالکوں کو پہنچادیں۔ امانتوں کو سپرد کرنے کے بعد حضرت علیؓ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور

شب و روز کی مسافت طے کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

۲ھ رمضان المبارک میں غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ عتبہ بن ربیعہ کی دعوت مبارزت پر جب انصار کے تین نوجوان میدان میں اترے تو عتبہ بن ربیعہ نے چیخ کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مقابلہ میں ہمارے جوڑ کے آدمی تو بھیجیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ربیعہ کے مقابلہ میں حضرت امیر حمزہؓ، ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ اور شیبہ بن عتبہ کے مقابلہ میں حضرت ابو عبیدہؓ کو بھیجا تو اس پر عتبہ بن ربیعہ کہنے لگا کہ یہ مقابلہ کے جوڑ ہیں۔

غزوہ بدر میں حضرت علیؓ نے پہلی بار تلوار کے جوہر دکھائے

حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے مدمقابل کو مار گرایا لیکن شیبہ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو زخمی کر دیا مگر حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کو بھی قتل کر دیا۔

اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا۔ نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھایا اور دونوں میاں بیوی کے لیے دعائے خیر و برکت فرمائی۔

اسی طرح ماسوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شرکت کی اور ان غزوات میں ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھاتے رہے۔

حضرت علیؓ نے غزوہ احد میں بہت زیادہ جوانمردی دکھائی

غزوہ احد کے موقعہ پر جب مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہونے لگی اور چاروں طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے حملے ہونے لگے تو ایسے نازک حالات میں حضرت علیؓ نے علم سنبھالا اور چند صحابہؓ کے ساتھ دشمنوں کے حملہ کو بڑی جوانمردی سے روکا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر پہاڑی پر لے گئے۔ اس جنگ میں پرجوش حملہ کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کاری زخم آیا۔ خود کے دندانے سر مبارک میں پیوست ہو گئے تھے ان دندانوں کو نکالا، خون بند نہ ہوتا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی ڈالتے رہے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے زخموں کو دھونا شروع کیا۔ جب خون پھر بھی بند نہ ہوا تو چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے زخم بند کیا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے غزوہ احزاب میں

نامی گرامی پہلوان کو مبارزت میں قتل کر دیا

۵ھ میں غزوہ احزاب (خندق) کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودی ہوئی تھی جو پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری تھی لیکن ایک جگہ سے خندق کی چوڑائی قدرے کم تھی۔ عرب کا نامی گرامی پہلوان عمرو بن عبدالود جو سو پہلوان کے برابر سمجھا جاتا تھا اپنا گھوڑا دوڑا کر خندق کو عبور کر آیا اور اس نے آتے ہی مبارزت طلبی کی۔ حضرت علیؓ مقابلہ کے لیے نکل آئے۔ عمرو بن عبدالود نے پہلے تلوار کا وار کیا جو حضرت علیؓ کی پیشانی پر پڑا اور ساتھ ہی خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ حضرت علیؓ نے زخمی شیر کی طرح تلوار کا ایسا وار کیا کہ ذوالفقار حیدری عمرو بن عبدالود کے عمامہ کو چیرتی ہوئی سر کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی حلق تک جا پہنچی اور وہ اُف کہتا ہوا زمین پر گر گیا۔ مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد پھر کسی کو خندق عبور کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ محض محاصرہ قائم رکھنے پر ہی اکتفا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تیز و تند ہوا کے جھونکے چھوڑ دیئے جس سے قریش مکہ کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ اور قریش کا تمام رسد وغیرہ کا سامان الٹ پلٹ ہو گیا اور کفار خائب و خاسر ہو کر مکہ لوٹ گئے۔

بنو قریظہ کی جنگ میں حضرت علیؓ کو علم دیا گیا

ابھی غزوۂ خندق ختم ہی ہوا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ یہودیوں کے ایک قبیلہ پر چڑھائی کا حکم دیا اس لیے کہ انہوں نے اپنے معاہدہ کے خلاف قریش مکہ کو غزوہ خندق کے موقعہ پر امداد دی تھی۔ اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو علم دیا۔ بنو قریظہ نے جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے۔

حضرت علیؓ نے بنو سعد کے قبیلہ کی سرکوبی کی

۶ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بنی سعد کی سرکوبی کے لیے لشکر دے کر بھیجا۔ کیونکہ بنو سعد کا قبیلہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کر رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں شکست دی اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

Marfat.com

اسی سال ذیقعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ کیا لیکن حدیبیہ کے مقام پر آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ جا کر قریش کو واضح طور پر سمجھا دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اسی وجہ سے قربانی کے جانور بھی ان کے ہمراہ ہیں لیکن قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا البتہ کچھ عرصہ کے بعد معاہدہ کے لیے رضامند ہو گئے۔

یہ وہی ... ہے جہاں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو صحابہؓ سے خون عثمانؓ کے انتقام لینے کے لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی (کیونکہ یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو قتل کر دیا ہے) جس کا ذکر سورہ فتح میں آیا کہ اللہ تعالیٰ ان بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ کے اس فعل سے بہت زیادہ راضی ہوئے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا کردار

آخر کار قریش کے نمائندہ سہیل بن عمرو نے قریش کی طرف سے ایک معاہدہ تیار کیا جس کی کتابت کے فرائض حضرت علیؓ انجام دے رہے تھے۔ سہیل نے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تسلیم کر لیں تو جھگڑا کس بات کا باقی رہ جاتا ہے لہذا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کو تسلیم کر لیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ "رسول اللہ" کے لفظ کو قلمزن کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسا کرنا اپنے ایمان وایقان اور جذبہ عشق و محبت کے خلاف سمجھتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو فرمایا کہ آپ تسلیم کریں یا نہ کریں میں "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہوں اور خود اپنے دست مبارک سے "رسول اللہ" کے لفظ کو قلمزن کر دیا۔

قموص کا قلعہ فتح ہو گیا

۷ھ میں خیبر کے یہودی مدینہ منورہ کے منافقین کے اکسانے پر شہر پر غارت گری کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے سولہ سو صحابہؓ کے

قد پیشقدمی فرمائی یہودی قلعہ بند ہو گئے اور ان کو ناز تھا کہ اب مسلمان ان کو مغلوب نہ کر سکیں گے ان کا
ل تھا کہ اس طرح چند روز مدافعت قائم رکھنے کے بعد مسلمانوں پر ایسا زبردست حملہ کریں گے کہ
ب بھی مسلمان بچ کر نہ جا سکے گا۔

خیبر کے نواح میں قموص کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور وہاں کا سردار بہت طاقتور اور بہادر سمجھا جاتا
ا۔ دو دن کے محاصرہ کے بعد قموص فتح ہو گیا۔ لیکن اب یہودیوں کی طاقت کا مرکز خیبر کا قلعہ بن
صحابہؓ دو روز تک قلعہ خیبر فتح کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دشمن کی طاقت تو کمزور ہو چکی تھی لیکن
مفتوح نہ ہوا تھا۔

شام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ کل میں اس شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اللہ
رسول کو چاہتا ہے اور جس کو اللہ اور اس کے رسول بھی چاہتے ہیں اس شخص کے ہاتھ سے قلعہ
توح ہو جائے گا

اس جانفزا مژدہ نے جلیل القدر صحابہؓ میں بے چینی پیدا کر دی تھی اور وہ اس شوق میں تھے کہ اس
از کو حاصل کرنا چاہیے۔ تمام رات صحابہؓ نے دعائیں مانگتے گزار دی۔ علی الصبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا بھیجا۔ ان کی آنکھوں میں درد تھا اور وہ متورم تھیں تاہم اپنے بخت
وری پر فخر کرتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن ان کی
ھوں پر لگایا جس سے درد فوراً جاتا رہا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علم عطا فرمایا۔

حضرت علیؓ نے مرحب کو قتل کیا اور خیبر کا قلعہ فتح کر لیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پہلے انہیں دعوت
ام پیش کی جس کو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مرحب رجز خوانی کرتا ہوا مبارزت طلبی
لیے نکلا۔ مرحب نے بڑے زور کے ساتھ حضرت علیؓ کے سر پر وار کیا جس کو انہوں نے بڑی پھرتی
ہوشیاری سے ڈھال پر روکا اور فوراً ہی جوانمردی کے ساتھ ایسا بھرپور وار کیا کہ حیدری تلوار خود کو
رتی ہوئی مرحب کے جبڑے تک جا پہنچ گئی اور وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔
ت سے یہودی سردار مارے گئے اور خیبر کے سب قلعہ مفتوح ہو گئے۔

شہ فتح مکہ اور غزوہ حنین کے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہمراہ تھے اور ہر مقام پر ثابت قدم رہے۔ ۹ھ غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ منورہ چھوڑ گئے تاکہ بعد میں حفاظت کریں۔ اس پر منافقوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علیؓ کو تبوک کی جنگ میں اپنے ہمراہ لے جانا پسند نہیں فرمایا۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی دلجوئی فرمائی

حضرت علیؓ کو منافقوں کے ان الفاظ سے صدمہ ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھے کہ حضرت علیؓ ان سے جا ملے اور منافقوں کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی تسلی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ! کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیٰ نبینا و علیہ السلام کا تھا لیکن حضرت ہارون علیٰ نبینا و علیہ السلام نبی تھے۔ غزوہ تبوک کی واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔ ان کے روانہ ہو جانے کے بعد "سورت براۃ" نازل ہوئی جس میں مشرکین کو حج کرنے سے روکا گیا اور ان کے سابقہ رسم و رواج سے بیزاری ظاہر کی گئی۔ عرب کے دستور کے مطابق ایسے اہم احکامات اور اعلانات کا اظہار جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار کی زبان سے ہو تب ہی مشرکین اس کو باور کرنے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں کیونکہ مشرکین ملک حجاز فتح مکہ اور تمام اسلامی برتری کو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) امیر قریش کی فتوحات متصور کرتے تھے اور ان تمام فتوحات کو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتوحات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھتے وقت سہیل بن عمرو مختار قریش نے "محمد رسول اللہ" لفظ پر اعتراض کیا تھا جب تک محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھوا نہیں لیا تھا اس وقت تک معاہدہ کی شرائط تحریر میں نہیں آئی تھیں۔ اس موقعہ پر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین حجاز کے دلی خدشات اور اعتراضات سے بخوبی واقف تھے اس لیے انہوں نے "سورۃ براۃ" کی ابتدائی آیات کا اعلان کرنے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نامزد فرمایا اور حکم دیا کہ منیٰ میں تمام لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہ کرے، کوئی شخص بھی خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کرے اور جس کسی کا عہد مسلمانوں سے ہو چکا ہے وہ مدت کے پورے ہونے تک باقی رہے گا......

Marfat.com

حضرت علیؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے قافلہ سے ذوالحلیفہ کے مقام پر آکر مل گئے۔ حضرت صدیق
ذوالحج نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا کہ آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر ؟.... حضرت
نے رفعِ اشتباہ فرماتے ہوئے کہا کہ امیر تو آپ ہی ہیں میں تو سورۃ برآۃ کی ابتدائی آیات مشرکین
ن تک پہنچانے آیا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حضرت علیؓ کو زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا

خسرو پرویز شاہ ایران کے قتل ہونے کی وجہ سے باذان گورنر یمن مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضور اکرم
علیہ وسلم نے اسی کو یمن کا گورنر رہنے دیا جس کی وجہ سے اس صوبہ میں اسلام پھیل گیا۔ سنہ ھ میں
کا انتقال ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کی بجائے شہر باذان، عامر بن شہر ہمدانی،
اشعریؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو ملک یمن کے ایک ایک حصّہ کا حاکم مقرر فرمایا اور حضرت
اللہ وجہہ کو دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ یمن کی طرف بھیجا تاکہ زکوٰۃ و صدقات وصول کریں اور ساتھ
کر دی کہ جب تک کوئی ابتداء نہ کرے تم نے کسی پر ہتھیار نہیں اٹھانا۔ ذلیقعد کے مہینہ میں
کرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے اور ۴ ذوالحج سنہ ھ
یکشنبہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
صدقات وغیرہ کی وصولی کے بعد مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ئے اور حجۃ الوداع میں شامل ہو گئے۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں
شکایات پیش کیں جو اہل یمن کو غلط فہمی کی بناء پر پیدا ہو گئیں تھیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "غدیر خم" کے مقام پر ارشاد فرمایا کہ جو میرا دوست ہے وہ علیؓ کا
ست اور جو علیؓ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر خاندان کے افراد نے دیا

مدینہ منورہ پہنچ کر محرم ۱۱ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ ۲۶ صفر قدرے افاقہ ہوا لیکن ۲۸ صفر کو بیماری نے زیادہ زور پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ بیماری کے دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ تجہیز و تکفین کے موقعہ پر حضرت علیؓ موجود تھے اور غسل انہوں نے دیا جبکہ حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ اور حضرت فضلؓ امداد دیتے رہے حضرت اسامہؓ پانی ڈالتے جاتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شروع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تربیت پائی تھی ایام جاہلیت کے ماحول سے کُلیتہً الگ تھلگ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت کی وجہ سے انہوں نے علم و عرفان میں ایک بلند مقام حاصل کر لیا تھا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ۲ھ میں نکاح ہوا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ اس نکاح کے ہو جانے سے حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنینؓ سے بے انتہا محبت تھی اور "سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" (یہ دونوں نوجوان جنت والوں کے سردار ہیں) کے والد ماجد ہونے کی وجہ سے حضرت علیؓ کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

غدیر خم کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی شکایات کو دُور کرتے ہوئے فرمایا جس کا میں صاحب ہوں اس کا علیؓ بھی صاحب ہے اور جو علیؓ کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے۔ ایک موقعہ پر فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح ابو حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعدؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ فلاں شخص یعنی امیر مدینہ حضرت علیؓ کو منبر پر برا کہتا ہے۔ حضرت سہلؓ نے پوچھا کہ وہ کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ وہ انہیں ابو تراب کہتا ہے پس حضرت سہلؓ ہنسے اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نام تو ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور جس قدر یہ نام انہیں پسند تھا اور کوئی نام پسند نہ تھا۔ پھر میں نے پوری حدیث حضرت سہلؓ سے دریافت کی۔ میں نے ان سے کہا کہ اسے ابو العباس! یہ واقعہ کیوں کر ہوا تھا...؟

"ابوتراب" کی کنیت

انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے پھر باہر نکل آئے اور مسجد میں جا کر لیٹ گئے بعد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے پوچھا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو ان کی چادر کو دیکھا کہ ان کی پیٹھ سے گر گئی تھی اور ان کی پیٹھ میں مٹی بھر گئی تھی پس ان کی پیٹھ پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے "اے ابوتراب اُٹھ بیٹھو" دو مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔

(بخاری شریف)

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے حضرت عثمان کی بابت پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی نیکو کاریاں بیان کر دیں تو اس شخص سے کہا کہ شاید تمہیں یہ باتیں بری لگتی ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں تو ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں ذلیل کرے پھر اس نے حضرت علیؓ کی بابت پوچھا تو ابن عمرؓ نے ان کی بھی نیکیاں بیان کیں۔ کہا کہ وہ ایسے ہی ہیں۔ ان کا گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے بیچ میں ہے اور اس کے بعد فرمایا شاید یہ بات تجھے بری لگتی ہو۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں" حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ اللہ تجھے ذلیل کرے۔ جا اور میری ضرر رسانی کی کوشش کر۔

(بخاری شریف ج ۲ چودھواں پارہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اس تکلیف کی شکایت کی جو چکی پیسنے کے بعد انہیں ہوئی تھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو فاطمہؓ گئیں مگر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پایا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے انہوں نے بیان کیا (کہ وہ اسی لیے آئی تھیں) پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ

Marfat.com

نے حضرت فاطمہؓ کے آنے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حال بیان کیا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے خوابگاہ میں لیٹ چکے تھے تو میں نے چاہا کہ اٹھوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی جگہ پر رہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور یہاں تک کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات نہ تعلیم کروں جو اس سے بہتر ہے جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ جب تم اپنی خوابگاہ میں جاؤ تو چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر، تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ کہو یہ تمہارے خادم سے بہتر ہیں۔

(بخاری شریف چودہواں باب فضائل علیؓ)

حضرات شیخینؓ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیجا ان سے اپنی میراث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منگوا بھیجی یعنی ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فے کے دی تھیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ جو مدینہ اور فدک ہی تھا اور جو خمس سے باقی رہا تھا مانگتی تھیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے آل محمد اس سے کھائیں، انہیں یہ اختیار نہیں کہ کھانے سے زیادہ لیں اور میں خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کی جو حالت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اس میں تغیر نہ کروں گا اور میں اس میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے۔ پھر حضرت علیؓ نے تشہد پڑھا اور اس کے بعد کہا اے ابوبکرؓ! ہم آپ کی بزرگی جانتے ہیں اور اس کے بعد انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی قرابت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا حق بیان کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اپنی قرابت سے سلوک کروں۔

(بخاری شریف چودہواں باب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے راز کی بات فرمائی

حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو اپنے اس مرض میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، بلا بھیجا اور ان سے کوئی بات آہستہ

ے کہی تو وہ رونے لگیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں پھر ان کو بلایا اور ان سے کوئی بات آہستہ
ے کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے اس کا سبب
پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے یہ خبر دی تھی کہ حضور اس مرض سے
ں ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وفات پا جائیں گے تو میں یہ سن کر رو پڑی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے آہستہ سے یہ خبر دی کہ میں اہلبیت میں سے پہلے ان سے ملوں گی تو میں ہنس پڑی۔

(بخاری شریف چودہواں باب)

عہد فاروقیؓ ۱۵ھ میں جب وظائف مقرر کرنے کا موقعہ آیا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ
سب سے زیادہ وظیفہ حضرت عباسؓ کا مقرر فرمایا پھر ازواج مطہرات کا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ
وظیفہ تین ہزار سالانہ مقرر فرمایا اور حضرات حسنینؓ کا پانچ پانچ ہزار حتیٰ کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کا چار ہزار
سالانہ مقرر کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ حضرات حسنینؓ کی

بہت زیادہ قدر و منزلت فرماتے تھے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مدائن فتح ہوا اور مال غنیمت آیا تو امیر المومنین
عمر فاروقؓ نے حکم دیا کہ مسجد میں فرش بچھایا جائے اور اس پر مال کے ڈھیر لگا دیئے جائیں۔ پھر تمام صحابہؓ
جمع کیا۔ سب سے پہلے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے حضرات حسنینؓ کو ایک ایک ہزار درہم دیئے اس
کے بعد اور لوگوں کو تقسیم کیا۔ بعد ازاں اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو پانچ سو درہم دیئے۔ انہوں نے عرض کی امیر المومنین
میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جہاد میں شرکت کیا کرتا تھا جبکہ حضرات حسنینؓ ابھی بچے تھے۔ مگر
آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیئے ہیں اور مجھے پانچ سو۔ فرمایا ان کے والد علی المرتضیٰؓ ہیں ان کی والدہ
فاطمہ الزہراؓ ہیں، ان کے نانا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی نانی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ان کے چچا
حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب، ماموں حضرت ابراہیمؓ فرزند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی خالائیں
حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ دختران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دیکھو پھر کبھی ان کی برابری کا
خیال نہ کرنا۔

حضرات حسنینؓ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی قابل غور ہیں :-

Marfat.com

حضرت صدیق اکبرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا اور حضرت حسنؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے تھے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی ان کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے۔

(بخاری شریف چودہواں پارہ)

حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی

اسامہؓ بن زیدؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسامہؓ اور حسنؓ کو لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو دوست رکھ۔

(بخاری شریف)

حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حسن بن علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ! میں اسے دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اسے دوست رکھ۔ (بخاری شریف)

عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا اور انہوں نے حسنؓ کو اٹھا لیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ میرے باپ تم پر فدا ہو جائیں یعنی تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، علیؓ کے مشابہ نہیں ہو اور علیؓ ہنستے تھے۔ (بخاری شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اہلبیت کی خدمت اور محبت سمجھو

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کو ان کے اہل بیت کی خدمت اور محبت میں سمجھو۔

(بخاری شریف)

Marfat.com

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حسنؓ سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ کوئی نہ تھا۔

(بخاری شریف)

ابن ابی نعیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا اور ان سے کسی شخص نے محرم کی بابت پوچھا کہ وہ مکھی کو قتل کر دے تو کیسا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ اے اہل عراق! مکھی کے قتل کے مسئلہ کو پوچھتے ہو حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں میری دنیا کی آرائش ہیں۔

اس خانوادہ کے تمام اصحاب فضائل و
مناقب کے لحاظ سے قابل صد احترام سمجھے جاتے تھے

غرضیکہ اس خانوادہ کے تمام اصحاب فضائل و مناقب کے لحاظ سے قابلِ صد احترام سمجھے جاتے تھے تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا تھا البتہ ایسے بدیہی حالات موجود تھے جس کی بنا پر مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر اجماع کیا کیونکہ فضلِ شیخینؓ امر مسلمہ تھا..... بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اپنے جنازہ پر رکھے گئے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور نماز پڑھتے تھے قبل اس کے کہ جنازہ اٹھایا جائے، میں بھی ان لوگوں میں تھا پس یکایک ایک آدمی نے میرا شانہ پکڑ لیا تو دہ، علیؓ تھے پھر انہوں نے عمرؓ کے لیے دعائے رحمت کی اور کہا کہ اے عمرؓ! تم نے کسی ایسے شخص کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا کہ اس کے جیسے عمل کے ساتھ خدا سے ملنا بہ نسبت تمہارے مجھے محبوب ہو، اور خدا کی قسم میں خیال کرتا تھا کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں صاحب کے ساتھ رکھے گا اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ باہر نکلے۔ میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ گئے۔

(بخاری شریف چودھواں پارہ)

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے۔

سقیفہ بنی سعد میں خلافت کا مسئلہ از خود شروع ہو گیا

سقیفہ بنی سعد کے موقعہ پر حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

Marfat.com

کی معیت میں خلافت حاصل کرنے نہیں گئے تھے وہ تو ان کے کانوں میں یہ بات پہنچی تھی کہ انصار کا گروہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے ڈیرے میں خلافت کے مسئلہ پر اپنا استحقاق پیش کر کے سعد بن عبادہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ مقرر کر رہا ہے اور بعض انصار یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک ہم سے امیر ہو اور ایک قریش میں سے ہوگا۔ اس موقعہ پر مہاجرین باوجود قلیل تعداد ہونے کے ان کے اس دعوے کی مخالفت کر رہے تھے اور معاملہ نازک صورت اختیار کر رہا تھا، ہو سکتا تھا کہ تلواریں میان سے باہر آ جائیں اس سیاسی انتشار کو دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبرؓ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ موقعہ پر پہنچ گئے تھوڑی بہت قیل وقال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ "الائمۃ من قریش" کی طرف انصار کی توجہ دلائی انصار نے اس کی تصدیق کی اور ساتھ ہی حضرت بشیر بن النعمان نے اپنے انصار بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ہمارا اسلام لانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لیے مستعد ہو جانا صرف اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ ہی خلافت و امارات کے معاملہ میں ہم مہاجرین سے الجھنا چاہتے ہیں کیونکہ قریش ہی خلافت اور امارت کے مستحق ہیں۔

حضرت خبابؓ بن المنذر انصاریؓ "الائمۃ من قریش" کے الفاظ کو سن کر اپنا موقف چھوڑ دیتے ہیں اس کے بعد کچھ دیر سناٹا رہا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ فرمانے لگے کہ یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کو اپنا امیر منتخب کر لو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ ابو بکرؓ ہم میں سب سے افضل ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی امامت کے لیے اپنی حیاتِ طیبہ میں ان کو اپنا قائم مقام بنایا تھا حالانکہ نماز امور دین میں سب سے افضل رکن ہے۔

جب دین کے معاملہ میں آپ ہمارے امیر ہیں تو دنیا کے معاملہ میں تو بدرجہ اولیٰ آپ امارت کے حقدار ہیں اس لیے آپ کی موجودگی میں دوسرا کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنے کے بعد عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے بیعت کی پھر حضرت بشیر بن النعمان کے بیعت کرنے کے بعد چاروں طرف سے بیعت کرنے کے لیے مسلمان ٹوٹ پڑے۔

اس طرح حضرت صدیق اکبرؓ سقیفہ بنی سعد میں خلافت حاصل کرنے نہیں گئے تھے وہ تو انصار کے بارے میں جو نزاع از خود پیدا ہو گیا تھا اس کو رفع کرنے گئے تھے اور اسی وجہ سے حضرت

٦٧٢٨١

اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو ساتھ لے گئے تھے تاکہ ایسے نازک موقعہ پر مسلمانوں میں انتشار نہ ہونے پائے .....

"حضرت عمر فاروقؓ کا عشق رسول"

یوں تو اس واقعہ سے دو چار گھڑی پہلے حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے قلبی اور ذہنی ہیجان دور کرنے اور ان کی عاشقانہ کیفیت کو اعتدال پر لانے میں کامیاب ہو چکے تھے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سُن کر ان پر وارفتگی کا عالم طاری ہو گیا تھا اور وہ تلوار کو میان سے نکال کر چلا چلا کر کہنے لگے کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ وہ تو اپنے رب کے پاس اس طرح گئے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کوہ طور پر گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور واپس آجائیں گے اور اگر منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کے ہیجان کو کیونکر دور کیا؟

لوگ یہ باتیں سنتے تھے لیکن کسی کو جرأت نہ تھی کہ حضرت عمرؓ کو ایسی باتیں کرنے سے روک دے یا ان کو کہیں کہ وہ اپنی تلوار کو ہی میان کے اندر رکھ لیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ چپ ہو جائیں مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر حضرت صدیق اکبرؓ قریب ہی کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کرنے لگے، اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے اگر اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ بے شک زندہ ہے اور اس کو ہرگز موت نہیں ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

ان آیات مبارکہ کا سننا تھا کہ حضرت عمرؓ کی وارفتگی کا عالم دور ہو گیا اور خود کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوا جیسے یہ آیات ابھی ابھی نازل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

حضرت علیؓ سقیفہ بنی سعد کی مجلس میں شامل نہ ہو سکے

جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمرؓ کی انتہائی عاشقانہ کیفیات کو حدِ اعتدال پر لانے میں کامیاب ہو چکے تھے اسی طرح ملتِ اسلامیہ کے سیاسی انتشار کو دور کرنے میں حضرت صدیق اکبرؓ نے سقیفہ بنی سعد میں اہم کردار ادا کیا اور اس کے بعد قوم و ملت نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا چونکہ حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے اس لیے وہ سقیفہ بنی سعد کی مجلس میں شامل نہ ہو سکے۔ اسی وجہ سے انہوں نے چند دنوں کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر مجمع عام میں بیعت کی۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت علیؓ مشیر خاص رہے ہیں

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے سوا دو سالہ دورِ خلافت کے اخیری ایام میں مقتدر اور جلیل القدر صحابہؓ سے مشورہ لے کر حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ ان کے ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت میں حضرت علیؓ دینی اور سیاسی مشوروں میں برابر شریک ہوتے رہے اور فاروقی عہد کا کوئی کام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشورہ کے بغیر طے نہیں پاتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو صحابہ کرامؓ کو تردد ہوا کہ امیر المومنین اپنا جانشین منتخب فرما جاویں۔ انہوں نے کہا کہ میرے سامنے محترم پیشروؤں کی مثالیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا مسئلہ جمہور کی رائے پر چھوڑ دیا اور امتِ مسلمہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھے نامزد کیا اور ملتِ اسلامیہ نے اس نامزدگی کو قبول کر لیا۔ یہ دونوں پہلو میرے سامنے ہیں اگر میں کسی کو جانشینی کی تجویز پیش کر دوں تو بھی میرے سامنے مثال ہے اور اگر اس مسئلہ کو ایسے ہی چھوڑ دوں تب بھی میرے سامنے اس کی نظیر ہے۔

حضرت علیؓ چھ رکنی کمیٹی کے ممبر تھے

اگر ابو عبیدہؓ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو اپنا خلیفہ مقرر کر جاتا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "امین الامت" کے لقب سے نوازا ہے اور اگر سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کر جاتا۔ اب میں عشرہ مبشرہ میں سے چھ رکنی کمیٹی مقرر کیے دیتا ہوں ان چھ میں سے

جس کسی کو یہ برگزیدہ حضرات اپنا امیر مقرر کرلیں اس کی اطاعت سب پر واجب ہے۔

کمیٹی کے ارکان حسب ذیل مقرر کیے :-

- حضرت طلحہؓ
- حضرت زبیرؓ
- حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
- حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ
- حضرت عثمان غنیؓ

(چھ رکنی کمیٹی کے قواعد حضرت عمرؓ نے خود ہی مرتب کر دیئے)

پھر فرمایا کہ انتخاب کے لیے طاق عدد کی ضرورت ہے شاید دونوں طرف رائے برابر ہو جائے اور کسی ایک کے حق میں بھی فیصلہ نہ ہو سکے۔ آپ نے اپنے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کو صرف اس ضرورت کے تحت شامل کیا کہ وہ اپنی رائے دینے کے مجاز ہیں خلافت کے امیدوار نہیں ہیں اور رائے دینے میں بھی انہیں پابند کردیا کہ وہ رائے اس جانب دیں جس جانب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ اس طرح خلافت کے مسئلہ کو طے کرنے میں جو دقتیں درپیش ہونے والی تھیں ان کی نشاندہی حضرت عمر فاروقؓ نے خود کر دی اور فیصلہ کے لیے بھی مدت مقرر کر دی تھی کہ تین دن کے اندر اندر اس کا فیصلہ ہو جانا ضروری ہے اور یہ بتا دیا کہ اس کمیٹی کی کارروائی سننے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ اس لیے حضرت مقدادؓ بن الاسود اور ابوطلحہ انصاریؓ کو الیکشن کمشنر کے فرائض سونپ دیئے۔

حضرت طلحہؓ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے ان کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ خود ہی فرما گئے تھے کہ اگر تین دن کے اندر وہ آجائیں تو مشورہ میں شامل کر لینا ورنہ ان کے بغیر ہی فیصلہ کر لیا جائے ......

حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے سب سے پہلے ارکان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اس کمیٹی کے ارکان میں سے کوئی رکن اپنے آپ کو خلافت کی امیدواری سے دستبردار کرلے تو اس کو حق پہنچے گا کہ وہ بقیہ اراکین میں سے جس کسی کو موزوں سمجھے گا اس کو خلیفہ منتخب کرے گا اور اس کے اس فیصلہ پر کمیٹی کے ارکان کو لازم ہوگا کہ اس کی حمایت کریں۔

Marfat.com

اراکین کمیٹی میں سے کسی نے بھی اس وقت یہ بات تسلیم نہ کی کہ وہ اپنے آپ کو خلافت کی امیدواری سے دستبردار کرے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اراکین کمیٹی کے سکوت اپنے آپ کو خلافت کی امیدواری سے دستبردار کرلیا۔ اس طرح ان کو وہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ کے فرائض سرانجام دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کی یقین دہانی چاہی کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بات کا بھی اقرار کریں کہ جس کے حق میں وہ فیصلہ دیں گے وہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر دیں گے کا فیصلہ ذاتی اغراض سے بالاتر ہوگا اور محض اسلام کی سربلندی اور ملتِ اسلامیہ کی بہتر کی خاطر ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس بات کا عہد کیا کہ ان کا فیصلہ ذاتی اغراض سے بالاتر اور ملت کی بہتری کے لیے ہوگا۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ اور دیگر اراکین کمیٹی سے بھی عہد لیا کہ ان کے فیصلہ کو کرنا اور اس پر عملدرآمد کرنا ہر رکن پر فرض ہوگا۔ سب اراکین کمیٹی نے اس بات کا اقرار کیا۔

طریقِ انتخاب

اب حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے نہایت غور و خوض کے بعد فیصلہ پر جلد پہنچنے کی کوشش حضرت طلحہؓ مجلسِ شوریٰ میں شریک نہ ہوسکے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنا نام خلا کی امیدواری سے ہٹالیا اور حضرت زبیرؓ، حضرت علیؓ کے حق میں دست بردار ہوگئے اب دو امیدوار رہ گئے۔۔۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ۔۔۔

اور وہ بھی اپنی بجائے ایک دوسرے کو خلافت کے لیے موزوں سمجھتے تھے جب کہ حضرت بن عوف نے حضرت عثمان غنیؓ سے علیحدہ ہوکر دریافت کیا کہ اگر وہ ان کو خلافت کے لیے موزوں سمجھیں تو رائے دیں کہ وہ کس کے ہاتھ پر بیعت کرلیویں؟

حضرت عثمان غنیؓ نے فوراً جواب دیا کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیویں' اسی طر حضرت علیؓ سے تنہائی میں یہ سوال کیا گیا کہ اگر وہ (حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف) ان کے ہاتھ نہ کریں تو مشورہ دیں کہ وہ کس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں؟ حضرت علیؓ نے بے تکلف جواب دیا حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیویں۔

ان باتوں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو تقویت ہوگئی کہ خلافت کے حقدار صرف

Marfat.com

علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ باہر کے صوبہ جات سے بھی لوگ حج سے فارغ ہو کر آئے ہوئے تھے ان سے بھی مشورہ کیا گیا اور ان کی رائے اس بارے میں لی گئی۔

حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا

حضرت عثمان غنیؓ کی طرف لوگوں کا رجحان زیادہ تھا۔ آخر بڑے غور و فکر کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمان غنیؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کی پھر دوسرے صحابہؓ نے بیعت کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اسی مجلس میں بیعت کی اور وہ پورے بارہ سال حضرت عثمان غنیؓ کے مشیرِ خاص رہے۔

حضرت علیؓ حضرت عثمان غنیؓ کی حمایت آخیر لمحات تک کرتے رہے

ابتلاء کے آخیر دنوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوری پوری امداد حضرت عثمان غنیؓ کو دیتے رہے جب وہ خود مجبور ہو گئے تو اپنے بیٹے حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کے صدر دروازہ پر پہرہ دینے کے لیے کھڑا کر دیا جہاں حضرت عبداللہؓ بن زبیر اور عبداللہ بن طلحہ پہرہ دے رہے تھے۔ جب بلوائیوں نے ملحقہ مکان کی چھت سے اتر کر مکان کی دیوار کو توڑا اور حضرت عثمان غنیؓ کے مکان میں داخل ہو گئے اور ان کو شہید کر دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غصہ میں آ کر حضرات حسنینؓ کی سختی سے باز پرس کی کہ انہوں نے بلوائیوں کو مکان کے اندر کیوں داخل ہونے دیا .... ؟ ...

اس دلگداز، جاں سوز اور روح فرسا المیہ کے بعد جو افراتفری ہوئی وہ قابلِ بیان نہیں ہے۔ تین دن تک حضرت عثمان غنیؓ کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی اور بلوائیوں نے ان کی لاش سے انتقام لینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آخر تیسری رات کو سترہ جانبازوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو جنت البقیع کے ایک کونہ میں ابدی نیند سلا دیا۔

(لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار)

ہر سہ خلفائے سابقہ کے طریق انتخاب اپنی اپنی جگہ بالتفصیل بیان ہو چکے ہیں یہاں پر مختصر اعادہ

کرنے کی ضرورت اس لیے لاحق ہوئی کہ حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرار اسد اللہ الغالب علیؑ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہر خلیفہ کے انتخاب کے وقت موجود ہی نہ تھے بلکہ ان مجالس میں شریک ہوتے رہے اور پوری ذمہ داری سے ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے چلے آئے ہیں۔ بیعت کرنے سے پہلے بھی وہ "لا فتیٰ الا علیؓ لا سیف الا ذوالفقار" "من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ" کے جملہ اوصاف کے مصداق تھے اور بیعت کر چکنے کے بعد بھی وہ صاحبِ ذوالفقار اور حیدر کرار ہی رہے ہیں۔

ان باتوں کو عقل باور ہی نہیں کر سکتی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے "وصی رسول اللہ" ہونے کو ہر سہ خلفائے سابقہ کے دورِ خلافت میں چھپائے رکھا یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ سے لے کر ۲۵ ذوالحجہ ۳۵ھ تک پورے پچیس سال اپنے حقوق کو حاصل کرنے میں خاموشی اختیار کی لیکن خلیفہ ثالث کی شہادت کے ایک ہفتہ کے بعد "وصی رسول اللہ" اور "خلیفہ بلا فصل" کے تصور نے ان کی دینی حمیت کو بیدار کر دیا اور ربع صدی تک اس "استحقاقِ خلافت" کو چھپائے رکھا اور بجبر و اکراہ ہر سہ خلفاء سابقہ کا ساتھ دیتے رہے۔ پھر کمال یہ ہے کہ ان کے انتخاب کے وقت کسی نے بھی تو ان کے "وصی رسول اللہ" کے الفاظ کی تصدیق نہیں کی اور نہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیعتِ خلافت لیتے ہوئے اپنے لیے "وصی رسول اللہ" یا "خلیفہ بلا فصل" کے الفاظ زبان سے ادا کیے ہوں۔ حقیقت میں ایسی باتوں کا تصور کرنا بھی علی المرتضیٰ حیدر کرار صاحب ذوالفقار اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی علوِ شان کے خلاف و منافی ہے.....

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان غنیؓ کی پوری پوری حمایت کی لیکن بلوائیوں کے پیشِ نظر حضرت عثمان غنیؓ کا قتل تھا چونکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے اس لیے خوب دندناتے ہوئے مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے ان کو کسی قسم کا خوف یا ڈر نہیں تھا۔ شرفائے مدینہ اپنے مکانوں کے دروازے بند کر کے سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ آخر بلوائیوں نے سوچا کہ کسی نہ کسی کو خلیفہ ضرور بنانا چاہیے اور ان کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر باہر ملک سے فوجیں آنا شروع ہو گئیں تو ان کی خیر نہیں ہے۔ بلوائی کوفہ، بصرہ اور مصر تینوں صوبوں سے آئے تھے۔ یہ لوگ قتلِ عثمانؓ میں برابر کے شریک تھے۔ اس لیے یہ بلوائی غور کرنے لگے کہ ان کو امان اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مقتدر صحابی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

Marfat.com

کوئی حضرت زبیرؓ کو چاہتے تھے کہ وہ مسندِ خلافت پر بیٹھ جائیں۔ بصرہ کے لوگ اس معاملہ
ں حضرت طلحہؓ کے طرف دار تھے اور مصری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کا حقدار سمجھتے
تھے۔ ہر ایک گروہ اپنے ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر خلافت پیش کرنے لگا لیکن تینوں
حضرات نے خلافت سنبھالنے سے انکار کر دیا۔

بلوائی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے کہ خلیفہ کا انتخاب جلد از جلد ہو جائے چنانچہ انہوں نے اہلِ مدینہ
دھمکا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ انتخاب میں دیر نہیں ہونی چاہیے اور مسندِ خلافت کا پُر ہو جانا نہایت
ضروری ہے۔ مصریوں کا رجحان حضرت علیؓ کی طرف تھا اور اہل مدینہ بھی حضرت علیؓ کے حق میں
تھے لہٰذا ۲۵، ذوالحجہ ۳۵ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیعت لینے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس وقت فرمایا کہ شرکاء اہل بدر کو اس موقعہ پر شامل کر لینا ضروری
ہے۔ چنانچہ مالک اشتر نخعی حضرت طلحہؓ کو حضرت علیؓ کے پاس لے آیا۔ اسی طرح حکیم ابن جبلہ حضرت
زبیرؓ کو اس مجلس میں لے آیا جہاں بیعت خلافت ہونے والی تھی۔ حضرت علیؓ نے ہر دو بزرگوں سے
کہا کہ اگر آپ میں سے کوئی خلافت لینا چاہتا ہے تو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہوں۔ ہر دو بزرگوں
نے انکار کر دیا۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ پھر آپ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیویں۔

حضرت طلحہؓ پس و پیش کرنے لگے تو مالک اشتر نخعی نے کہا کہ اگر آپ اس وقت بیعت کرنے
سے گریز کریں گے تو میں آپ کا سر تن سے جدا کیے دیتا ہوں چنانچہ حضرت طلحہؓ نے اپنا کٹا ہوا ہاتھ
بیعت کے لیے بڑھایا (یہ ہاتھ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے کٹ
گیا تھا) اور ساتھ ہی شرط پیش کی کہ آپ خلافت کے کام کو کتاب و سنت کی روشنی میں کریں گے اور
حدودِ شرعیہ یعنی قاتلین عثمانؓ کے بارے میں حد جاری کریں گے۔ حضرت علیؓ نے اس بات کا وعدہ
کیا۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ کو بھی بنوکِ شمشیر بیعت کے لیے آمادہ کیا گیا۔ انہوں نے بھی کتاب و
سنت کے مطابق خلافت چلانے اور حدود شرعیہ کو جاری کرنے کی شرائط پر بیعت کی۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیعت کرنے میں تردد کیا

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی طرف بلوائی گئے کہ آگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں انہوں نے فوراً اپنے مکان کا دروازہ بند کرلیا اور کہلا بھیجا کہ جب سب لوگ بیعت کرلیں گے میں بھی بیعت کرلوں گا نیز میں کوئی قدم حضرت علیؓ کے خلاف نہیں اٹھاؤں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی اس مجلس میں بلایا گیا۔ آپ نے بیعت کرنے میں تردد کیا۔ لوگوں نے ان سے ضامن طلب کیا۔ اشتر مالک کہنے لگا کہ ان کو میرے سپرد کر دو میں انہیں قتل کیے دیتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ان کو رہنے دو، میں ان کا ضامن ہوں۔

پھر اس کے بعد وہ عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سمجھایا کہ شاید وہ آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں لیکن حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے انہیں یقین دلایا کہ عبداللہ بن عمرؓ آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے وہ صرف عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو انکی طرف سے اطمینان ہوا۔

کچھ صحابہ بیعت کرنے میں صرف اس وجہ سے متردد تھے کہ ابھی پورے طور پر امن و امان نہیں ہوا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید، حسان بن ثابت، زید بن ثابت، کعب بن مالک، ابوسعید خدری، نعمان بن بشیر، عبداللہ بن سعد، مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی بیعت نہ کی۔ اسی طرح بنی امیہ کے بہت سے افراد نے بھی بیعت نہ کی بلکہ وہ مکہ مکرمہ اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور وہ لوگ جو مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوتے ہوئے بیعت نہیں کر رہے تھے ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دریافت کیا تو انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ مسلمانوں میں خونریزی کے اسباب ابھی ختم نہیں ہوئے اس لیے ہم بیعت سے رکے ہوئے ہیں اور بالکل غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں

Marfat.com

[حضر]ت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔ البتہ مروان بن الحکم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ [نے] طلب کیا۔ مگر وہ پہلے ہی مدینہ منورہ سے جا چکا تھا۔ بنی امیہ کے چند افراد حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں [اور ح]ضرت عثمان غنیؓ کی خون آلود قمیض کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچ گئے۔

خلافت کے دوسرے روز حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت [میں] حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے بیعت اس شرط پر کی تھی کہ آپ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے [قصا]ص لیں گے۔ اگر آپ نے قصاص لینے میں تامل کیا تو ہماری بیعت فسخ ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ [نے] فرمایا کہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے قصاص ضرور لوں گا لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور [ہے او]ر خلافت مستحکم نہیں ہوئی۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں گے اس وقت اس طرف توجہ دی جائے [گی۔ فی الح]ال سرِدست اس معاملہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا سکتا۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کا مطالبہ کر رہے تھے

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن لوگوں میں قیاس [آرائیاں] ہونے لگی۔ ادھر بلوائیوں اور قاتلینِ عثمانؓ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اگر قصاص لیا گیا تو ان کی خیر نہیں ہے [او]ر وہ لوگ جو مظلوم و مقتول حضرت عثمانِ غنیؓ کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے ان کو اس بات کا خیال [ہونے] لگا کہ عثمان غنیؓ کے قاتل کسی طرح بھی اپنے کیے کی سزا نہ پائیں گے۔ وہ تو ہر وقت یہی کوشش کریں گے [کہ ملک م]یں امن و امان قائم نہ ہونے پائے۔

خلافت کے تیسرے روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ کوفہ اور بصرہ سے آئے ہوئے [اعر]اب اور دیہاتی اپنے اپنے علاقوں کو فوراً واپس چلے جائیں مگر بلوائیوں نے اس حکم کی تکمیل کرنے سے [انکا]ر کر دیا۔ اسی روز حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دوبارہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ انہیں [بصرہ] اور کوفہ جانے کی اجازت دی جائے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں باہر جانے سے [روک د]یا ۔۔۔۔۔

عہدِ عثمانیؓ کے پانچ گورنروں کو برطرف کر دیا

خلافت کے چوتھے روز عہدِ عثمانیؓ کے پانچ گورنروں کو برطرف کر دیا اور ان کے بجائے نئے گورنروں کی تقرری کے احکام نافذ کر دیئے اور انہیں اپنے صدر مقام کی طرف روانہ ہونے کے لیے حکم بھی دے دیا۔

- بصرہ میں عثمان بن حنیف کو گورنری کا حکم دے کر روانہ کر دیا۔
- یمن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو گورنر مقرر کر دیا۔
- مصر میں قیس بن سعد کو گورنر بنا کر بھیجا۔
- کوفہ میں عمارہ بن شہاب کو گورنر بنا دیا۔
- ملکِ شام کے لیے سہیل بن حنیف کو گورنری کے احکام دیئے۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشورہ دیا کہ آپ عثمانیؓ کے عاملوں کو فوری طور پر برطرف کرنے کے احکام نافذ نہ کریں اور نئے والی جو مقرر کر کے روانہ کیے ہیں ان کو واپس بلالیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مشوروں کو کوئی وقعت نہ دی

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے ایک اور مشورہ دیا کہ آپ صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر جانے سے نہ روکیں ورنہ وہ آپ کی ذات اور آپ کی خلافت سے بددل ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پھر دوبارہ مشورہ دیا کہ عثمانیؓ عہد کے والیوں کو ابھی برطرف نہ کریں، حالات ٹھیک ہونے کے بعد آپ اپنے احکام نافذ کر سکتے ہیں بالخصوص امیر معاویہؓ کا معاملہ بڑا نازک ہے اس لیے کہ وہ شام میں عہدِ فاروقیؓ سے گورنر چلے آ رہے ہیں۔ سیاست، دانشوری اور منتظم ہونے میں وہ مسلّم ہیں اس لیے آپ انہیں ابھی رہنے دیں۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور کہا معاویہؓ کو تلوار کے ذریعہ سیدھا کر دوں گا اور کوئی رعایت روا نہ رکھوں گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کی کہ آپ بہادر ضرور ہیں لیکن ملکی سیاست کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیے۔ حضرت علیؓ نے حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عباسؓ کو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ملکِ شام کا گورنر بنا کر بھیج دوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ معاویہ حضرت عثمان غنیؓ کا بھائی ہے اور مجھے آپ سے قرابت ہے معاویہؓ مجھے ملک شام میں داخل ہونے نہیں دیں گے اس لیے آپ ان سے بذریعہ خط و کتابت بیعت کا معاملہ طے کر لیویں۔ بہرحال حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی کسی بات کو بھی تسلیم نہ کیا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ حضرت علیؓ سے بددل ہو کر مکہ مکرمہ چلے آئے۔

یمن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ پہنچے تو وہاں کا گورنر مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا اس لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اطمینان سے وہاں کی حکومت سنبھال لی۔

شام اور کوفہ کے لوگوں نے حضرت علیؓ کے گورنروں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا

قیس بن سعد مصر روانہ ہوئے تو وہاں تین گروہ ہو گئے ایک گروہ نے ان کی اطاعت قبول کر لی دوسرے گروہ نے سکوت اختیار کیا اور تیسرے گروہ نے کہا کہ ہمارے ساتھی جو مدینہ منورہ گئے ہوئے ہیں واپس آئیں گے تو ان کے مشورہ سے بیعت کریں گے۔ بہرحال قیس بن سعد بھی بحیثیت گورنر مصر جا پہنچے۔

کوفہ کی طرف عمارہ بن شہاب جا رہے تھے کہ راستہ میں طلیحہ بن خویلد ملا اس نے کہا کہ کوفہ والے ابوموسیٰ اشعریؓ کے اور کسی کو والی تسلیم کرنے والے نہیں ہیں اس لیے آپ واپس مدینہ چلے جائیں۔ اگر آپ واپس نہ جائیں گے تو میں آپ کی مزاحمت کروں گا۔ عمارہ واپس مدینہ منورہ آ گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حالات سے آگاہ کیا۔

سہیل بن حنیف جو ملک شام کے گورنر کی حیثیت سے جا رہے تھے ان کی تبوک کے مقام پر چند سواروں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سہیل سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں امیر شام بن کر جا رہا ہوں ان سواروں نے کہا کہ اگر آپ کو حضرت عثمان غنیؓ کے سوا کسی اور نے گورنر بنا کر بھیجا ہے تو آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ آپ مدینہ منورہ واپس چلے جائیں۔ یہ سن کر سہیل بن حنیف بھی واپس مدینہ منورہ چلے آئے۔۔۔۔۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عمارہ بن شہاب کی گفتگو سن کر معبد سلمی کے ہاتھ ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک

مکتوب روانہ کیا کہ آپ میری طرف سے اہلِ کوفہ سے بیعت لے لیویں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جواب میں لکھا کہ میں نے اہلِ کوفہ سے آپ کی طرف سے بیعت لے لی ہے اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا ہے۔ اس جواب سے حضرت علیؓ کو قدرے تسلی ہوئی۔

شام کے حالات حضرت علیؓ کے خلاف تھے

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دوسرا مکتوب جریر بن عبداللہ کے ہاتھ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا جس کا جواب تین ماہ تک کوئی نہ آیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قاصد کو ٹھہرائے رکھا۔ تین ماہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے ایک خط سر بمہر کر کے اپنے قاصد قبیصہ بن عبس کے ہاتھ مدینہ منورہ بھیجا اور جریر بن عبداللہ کو بھی اس قاصد کے ہمراہ بھیج دیا۔ یہ دونوں قاصد اخیر ربیع الاول ۳۶ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ قبیصہ قاصد نے سر بمہر مکتوب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا۔ لفافہ کھول کر دیکھا تو اس کے اندر کوئی خط نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت زیادہ غصہ میں آئے فرمانے لگے کہ یہ کیا ہے؟ قاصد نے کہا کہ میں تو صرف قاصد ہوں، جان کی امان چاہتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں امان ہے اصل بات بتاؤ۔ اس قاصد نے کہا کہ ملکِ شام میں آپ کی بیعت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ساٹھ ہزار شیوخ حضرت عثمان غنیؓ کی خون آلود قمیض کو دیکھ کر رو رہے ہیں اور ساتھ ہی قصاص طلب کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھ سے قصاص طلب کرتے ہیں؟ خدا قاتلینِ عثمانؓ سے سمجھے میں اس سے بری ہوں۔ اس کے بعد قاصد قبیصہ کو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔

بلوائی اور سبائیوں نے قبیصہ قاصد کو قتل کرنا چاہا لیکن بعض حضرات کے بیچ بچاؤ سے صحیح سلامت وہ دمشق پہنچ گیا۔ بلوائیوں نے اب اپنا غصہ جریر بن عبداللہ پر نکالنا چاہا کہ اس نے حضرت امیر معاویہؓ سے سازباز کر لی ہے اسی وجہ سے یہ تین ماہ تک دمشق میں مقیم رہا۔ جریر بن عبداللہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو چھپ چھپا کر قرقیسیا چلا گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جریر بن عبداللہ کے بارے میں پتہ چلا انہوں نے جریر کو اپنے پاس بلا لیا۔

حضرت علیؓ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ شام پر چڑھائی کی جائے تاکہ وحدت ملی کو دھچکا نہ لگے

مدینہ والوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی خط وکتابت کے بارے میں جب علم ہوا تو انہوں نے اس خیال سے کہ حالات کہیں اس سے زیادہ نہ بگڑ جائیں، زیاد بن حنظلیہ تمیمی کو حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیجا تاکہ معلوم کریں کہ ان کا کیا ارادہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جہاد کے لیے تیار ہو جاؤ۔ زیاد عرض کرنے لگے کہ امیر المومنین! جلدی نہ کیجئے۔ نرمی سے بہتر نتائج پیدا ہوا کرتے ہیں، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ باغیوں کو سزا دینا ضروری ہے۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور عمرہ کی اجازت حاصل کرنے لگے۔ انہوں نے ان دونوں کو زیادہ دیر تک روکے رکھنے میں مصلحت نہ دیکھی اس لیے انہیں مکہ مکرمہ جانے کی اجازت دے دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ کا ارادہ کر لیا، مصر کے والی کو خط لکھا کہ اپنے علاقہ میں لشکر جمع رکھیں تاکہ جب طلب کیا جائے فوراً امداد کے لیے پہنچ جائیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حکم سے ایک لشکر تیار ہو گیا۔ حضرت قسم بن عباس کو اپنی جگہ مدینہ منورہ کا حاکم اور والی مقرر کیا اور اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو علم سپرد کیا۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس کی خونریزی سے بہت اجتناب کرتے تھے

اس موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد بن مسلمہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دی لیکن ان حضرات نے جو جواب دیئے ہیں وہ قابل غور ہیں اس لیے کہ صحابہ کرامؓ آپس کی خونریزی سے کس قدر دور بھاگتے تھے اور ان کو کتنا دکھ ہوتا تھا جب کہ مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو جب اس جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے حضرت

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ کو جواب دیا کہ آپ مجھے ایک ایسی تلوار دیں جو کاٹ کے وقت بتا دے کہ مسلمان کون ہے اور کافر کون ہے ؟

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ جب مسلمانوں میں باہم خونریزی کا موقعہ آجائے تو اپنی تلوار کو احد پہاڑ پر دے مارنا، چنانچہ کل میں نے اُحد پہاڑ پر جاکر اسے توڑ دیا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے معاف رکھا جائے میں نے عہد کیا کہ کلمہ پڑھنے والوں سے جنگ نہ کروں گا۔ ان معقول باتوں کو سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے کوئی جھگڑا نہ کیا البتہ اپنے لشکر کی تیاری جاری رکھی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خیال تھا کہ تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے اور وحدت ملّی میں انتشار پیدا نہ ہونے پائے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس سلسلہ میں اگر تلوار کی ضرورت پیش آئے تو مملکت حائل کے لیے اس سے کام لینا غیر واجب نہیں ہے کیونکہ مرکز کی کمزوری کے ہوتے ہوئے خلافت کے کام کو سرانجام دینا دشوار ہی نہیں دشوار تر ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عہد عثمانیؓ کے والیوں اور عمال کی درستی اور تطہیر کو مقدم سمجھتے تھے۔

ان کے ذہن میں یہ بات آچکی تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ جو بیعت سے انکار کر رہا ہے اور ساتھ ہی اس نے ایک جمعیت کو اپنے گرد جمع کر کے قصاص کا دعویٰ کیا ہے یہ مرکز کو کمزور کرنے کا ایک طریق ہے۔ اس لیے جب خلافت ہی مستحکم نہ ہو تو بلوائیوں سے قصاص کیونکر لیا جا سکتا ہے۔ بدیں وجہ وہ حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکے تھے۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ قصاص کے معاملہ میں تاخیر روا نہیں رکھتے تھے

ادھر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت عثمانؓ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنا ایک فطری بات تھی اس لیے کہ ابھی ان کی لاش مندوش حالات کے تحت سپرد خاک کی گئی ہے اور ان کے خون کے چھینٹے جو در و دیوار پر پڑے ہوئے ہیں ہر کو دمہ سے زبانِ حال سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ آخر یہ بلوائی اور سبائی اتنا بڑا قتل کر کے کب تک دندناتے پھرتے رہیں گے ؟ کیا ان پر حدود شرع

Marfat.com

قائم نہ ہو گی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی قصاص لینے میں تاخیر کے روادار تو نہیں تھے لیکن حالات ایسے پیدا ہو چکے تھے کہ وہ جلد قدم اٹھانے میں متردد تھے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جب ان بلوائیوں اور قاتلینِ عثمانؓ کو کھلے بندوں گلی کوچہ میں پھرتے دیکھتے تو وہ ایک ساعت کے لیے برداشت نہ کرتے تھے کہ ان اشرار کو کسی قسم کی مہلت دی جائے۔ اسی وجہ سے دونوں حضرات کبیدہ خاطر ہو کر اگلے روز بصرہ اور کوفہ جانے کی اجازت طلب کرتے تھے۔ جس کی انہیں اجازت نہ دی گئی تھی اور دوسرے روز یہ حضرات عمرہ کرنے کی اجازت لے کر مکہ مکرمہ کو روانہ ہو گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت اسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کلیۃً غیر جانبدار رہنا چاہتے تھے کیونکہ انہوں نے جنگ میں شریک نہ ہونے کے بارے میں صاف طور پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا تھا جن کا سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے۔

امیر المومنینؓ کی وسعتِ قلبی کہ انہوں نے

مقتدر صحابہؓ کو ان کے اپنے حال پر رہنے دیا

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وسعتِ قلبی کا بھی اندازہ کیجئے کہ انہوں نے ان ہر سہ حضرات کے بیان سن کر ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا بلکہ ان کو ان کے اپنے حال پر رہنے دیا کہ اس بارے میں ان کا اپنا اپنا اجتہاد ہے۔ اسی طرح انہوں نے حسانؓ بن ثابت، زیدؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، ابوسعید خدریؓ، نعمانؓ بن بشیر، عبداللہ بن سعد ایسے مقتدر صحابہؓ کو بھی ان کے اپنے اپنے حال پر رہنے دیا۔

بہرحال ناسازگاری حالات کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ملک شام پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر تیار کر لیا۔ مقدمۃ الجیش پر ابولیلیٰ بن جراح کو متعین کیا، میمنہ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اور میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو مقرر کیا اور علم حضرت محمد بن حنفیہ کو دیا گیا۔

شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ سردست ترک کر دیا

بلوائیوں کی ایک بڑی تعداد مدینہ منورہ میں تھی ان میں سے کسی ایک کو بھی فوج کے حصہ کی سرداری

Marfat.com

نہ دی۔۔۔۔۔۔ لیکن ابھی یہ لشکر تیار ہی ہو رہا تھا کہ دارالخلافہ میں اطلاع آئی کہ مکہ مکرمہ میں حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ آپ نے شام پر لشکر کشی کا ارادہ سردست ترک کر دیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حج کے لیے مکہ مکرمہ گئی ہوئی تھیں اور حج سے فارغ ہو کر وہ مدینہ منورہ آ رہی تھیں کہ سرف کے مقام پر ان کو ان کے قریبی رشتہ داروں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر دی۔۔۔۔۔ یہ جانکاہ خبر سنکر آپ واپس مکہ مکرمہ چلی آئیں۔ ادھر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی مکہ مکرمہ پہنچ چکے تھے۔ آپ نے ان ہر دو کی زبان سے مدینہ منورہ کے حالات سنے تو دنگ رہ گئیں اور یہ معلوم ہوا کہ خونِ عثمانؓ کے چھینٹے ابھی تک در و دیوار پر نظر آ رہے ہیں اور اس وقت تک دارالخلافہ میں بلوائیوں کا غلبہ ہے۔

اور یہ بتایا گیا کہ اگرچہ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت تو کر لی ہے لیکن حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ راشد کے قصاص کے بارے میں ابھی تک کچھ ہو نہیں رہا اس لیے کہ خلافت مستحکم نہیں ہوئی اور بلوائیوں کا ہر طرف زور ہی زور ہے۔ حضرت علیؓ قصاص کے بارے میں سردست سکوت اختیار کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ پہلے خلافت مستحکم ہو جائے پھر قصاص کی طرف توجہ دی جائے گی۔ دوسری طرف بلوائی روز بروز زور پکڑتے جا رہے ہیں حالانکہ خونِ عثمانؓ کا ایک ایک قطرہ قصاص کے لیے دعوت دے رہا ہے۔

ان ہر دو کے اصرار پر ام المومنین نے
حضرت عثمان غنیؓ کے قصاص کی دعوت دی

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے یہ واقعات بیان کر کے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ایسی کوشش کیجئے کہ یہ فساد رفع ہو جائے۔ پہلے تو ام المومنینؓ نے انکار کیا لیکن پھر ان حضرات کے اصرار پر کہ آپ کی کوشش سے فتنہ و فساد دور ہو جائے گا اور قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص بھی لیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! مختلف مقام کے اوباشوں نے مدینہ منورہ کے غلاموں کی مدد سے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا ہے ان کے پاس اس بارے میں کوئی حجت نہ تھی۔ ان کا یہ فعل کسی طرح بھی قبول نہ کیا جائیگا انہوں نے حرم محترم میں شہر حرام میں اس خون کو بہایا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر رکھا تھا اور جو

مل کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حرام کر رکھا تھا اس کو لوٹا۔ خدا کی قسم! عثمان غنیؓ کی ایک انگلی بلوائیوں کی پوری دنیا سے زیادہ محترم ہے۔ اس فتنہ و فساد کی اس طرح اصلاح نہ ہو گی بلکہ قصاص لے کر اسلام کو معزز کرو...... ام المومنینؓ کی زبان سے دعوت قصاص سُن کر بے شمار مسلمان سرفروشی کے لیے تیار ہو گئے۔ مکہ کے عامل عبداللہ بن حضرمی نے تقریر سُن کر کہا کہ میں خلیفہ مظلوم و مقتول کے قصاص کے معاملہ میں آپ کا مددگار ہوں۔

مکہ مکرمہ میں قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہو گئے

بنی امیہ کے سردار اور عہد عثمانیؓ کے عامل بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے جب لشکر کشی کی تیاری ہوئی تو ڈیڑھ ہزار آدمی مکہ مکرمہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اس طرح ایک آدھ روز میں تین ہزار کی تعداد ہو گئی امہات المومنینؓ جو کہ حج کے دوران مکہ مکرمہ میں آئی ہوئی تھیں وہ بھی اس جماعت میں شامل ہو گئیں۔

مدینہ منورہ کی بجائے انہوں نے بصرہ کا رخ کیا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تجویز تھی کہ مدینہ منورہ چلنا چاہیے کیونکہ وہاں قاتلینِ عثمانؓ کی ایک جماعت بھی موجود ہے لیکن کثرتِ رائے سے یہ بات طے پائی کہ جہاں سابقہ خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے اور موجودہ خلیفہ بھی ان سے قصاص لیتے ہوئے ہچکچاتا ہے وہاں بلاوجہ مزید خونریزی کا احتمال ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ بصرہ چلیں تاکہ وہاں پہنچ کر قدرے طاقت حاصل کر لیں پھر اس طاقت کے بل بوتے پر بلوائیوں اور قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ جب اس جماعت کا رخ بصرہ کی طرف ہوا تو دیگر امہات المومنینؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔

صفر ۳۶ھ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں اور روانگی کے وقت مخلص مسلمانوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے جن کا مقصد جنگ کی آگ کو بھڑکانا تھا۔

Marfat.com

امّ المومنینؓ کا لشکر بصرہ پہنچ گیا

جب یہ لشکر بصرہ کے قریب پہنچا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عثمان بن حنیف (جو حضرت علیؓ کے مقرر کردہ بصرہ کے گورنر تھے) کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔ عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود کو ام المومنینؓ کی خدمت میں بھیجا تاکہ پوچھ آئیں کہ تکلیف فرمائی کی غرض و غایت کیا ہے؟ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ ہم مقتول و مظلوم عثمانؓ کا قصاص لینا چاہتے ہیں اور اصلاح بین المسلمین کی غرض سے آئے ہیں، یہی دونوں صاحب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور اسی سوال کو دہرایا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر عمران بن حصین اور ابوالاسود نے کہا کہ آپ ہر دو نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی؟ ...... انہوں نے کہا کہ بیعت کی تھی لیکن جبراً کی گئی تھی ...... اور پھر اس بیعت کو بھی نہ توڑتے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ مظلوم کا قصاص لینے میں تاخیر نہ کرتے۔

اس سوال و جواب کے بعد عثمان بن حنیف نے ام المومنینؓ کے لشکر کو بصرہ میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کی اور فوج لے شہر سے باہر آ گیا لیکن اس کے سپاہیوں نے حضرت ام المومنینؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو دیکھ کر لڑنے سے گریز کیا تاہم گورنر بصرہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ام المومنین کا لشکر شہر بصرہ میں داخل ہو۔ اس لیے عثمان بن حنیف گورنر نے حکیم بن جبلہ اور دیگر فوجی سرداروں کے ساتھ مل کر ام المومنینؓ کے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔

گورنر بصرہ اور ام المومنینؓ کے درمیان صلح کی شرط

ام المومنینؓ نے اپنے آدمیوں کو تاکید کر دی کہ صرف مدافعت کرنا جارحیت کا پہلو ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔ عثمان بن حنیف گورنر بصرہ نے شکست کے آثار دیکھ کر صلح اور امان کی درخواست کی اور شرط یہ تھی کہ کوئی ثقہ آدمی مدینہ منورہ جا کر دریافت کرے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت برضا و رغبت کی تھی یا جبر و اکراہ سے؟ ......

اگر یہ بیعت بہ جبر و اکراہ کی گئی تھی تو عثمان بن حنیف بصرہ کو ان کے سپرد کر دے گا اور اگر برضا و رغبت یہ بیعت کی ہے تو یہ حضرات واپس چلے جائیں گے۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حکم سے کوفہ کے قاضی کعب بن ثور مدینہ منورہ اس غرض

Marfat.com

کے لیے بھیجے گئے کہ لوگوں سے یہ بات دریافت کریں کہ کیا حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے یہ بیعت بجبر و اکراہ کی تھی؟

قاضی کعب بن ثور نے جمعہ کے روز مسجد نبوی میں پکار کر لوگوں سے پوچھا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جبراً بیعت کی تھی یا رضامندی سے.....؟

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی حق گوئی

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! ان سے جبراً بیعت لی گئی تھی۔ حضرت اسامہؓ کی اس حق گوئی اور بے باکی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے لیکن حضرت ابوایوب انصاریؓ، صہیب رومیؓ، اور محمدؓ بن مسلمہ نے ان کو بچا لیا۔ حضرت صہیب رومیؓ انہیں اپنے گھر لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے عثمان بن حنیف کو لکھا کہ یہ جبر مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے کیا گیا تھا متفرق کرنے کے لیے نہیں کیا گیا تھا۔

بصرہ پر ام المومنینؓ کا قبضہ ہو گیا

قاضی کعب بن ثور نے جا کر تمام واقعہ بیان کیا اس بنا پر عثمان بن حنیف کو بصرہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لیے خالی کر دینا ضروری تھا لیکن عثمان بن حنیف نے بصرہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ حضرت علیؓ کی طرف سے حکم پہنچ چکا تھا کہ ان کا مقابلہ کیا جائے۔ اب سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ چنانچہ اس مختصر سی ضرب و حرب میں حکیم بن جبلہ مع اپنے ساتھیوں کے میدان جنگ میں مارا گیا اور عثمان بن حنیف گورنر کو گرفتار کر لیا گیا اور بصرہ پر ام المومنینؓ کا قبضہ ہو گیا۔

ام المومنینؓ کے حکم سے عثمان بن حنیف کو رہا کر دیا گیا اور وہ سیدھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

بصرہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد عام اعلان ہو گیا کہ بصرہ کے لوگ جو حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں شریک تھے ان کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ وہ بلوائی پیش ہونے شروع ہوئے جس کا جرم ثابت ہوتا اس کو قتل کر دیا جاتا۔ یہ واقعہ ۲۴ ربیع الثانی ۳۶ھ کو رونما ہوا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کو بصرہ کے بارے میں تردّد پیدا ہو گیا

حضرت علیؓ کو جب قصاص کی دعوت کا علم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بصرہ پہنچ چکی ہیں تو وہ بہت زیادہ غور و فکر کرنے لگے۔ ان کے لیے یہ نہایت ہی نازک مسئلہ تھا۔ آخر بڑے سوچ بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کا سدباب ہر حالت میں ہونا چاہیے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر معاملہ کو یونہی چھوڑ دیا گیا تو نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے مدینہ منورہ کے لوگوں کو دعوت دی کہ بصرہ کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ ربیع الثانی ۳۶ھ میں صرف سات سو نفوس اس دعوت پر مدینہ منورہ سے نکلے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پہنچنے سے پہلے پہلے بصرہ پہنچ جائیں لیکن ذی قار کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ پر قابض ہو چکے ہیں اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصرہ سے باہر ٹھہر گئے اور اپنے نمائندوں کو بھیج کر کوفہ اور بصرہ سے امداد طلب کی۔

کوفہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی وجہ سے غیر جانبدار رہنا چاہتا تھا

کوفہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ گورنر تھے انہوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ فتنہ سے بچنا چاہیے۔ یہ ابتلا کا وقت ہے اس وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اچھا ہے جس کی نشاندہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اہل کوفہ غیر جانبدار ہی رہنا چاہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسی میں امن و سلامتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تقریر سن کر لوگ بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے غیر جانبداری کا پہلو اختیار کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفر کو کوفہ امداد طلب کرنے کی خاطر بھیجا لوگ ان کو خاطر میں نہ لائے۔ جب وہ ناکام واپس آئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشتر مالک نخعی اور عبداللہ بن عباسؓ کو کوفہ بھیجا کہ وہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فوجی امداد طلب کریں لیکن یہ دونوں صاحب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔ جب وہ بھی مایوس ہو کر واپس آ گئے تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر کو کوفہ بھیجا۔ ان حضرات کی گورنر کوفہ نے تعظیم کی لیکن جواب وہی دیا کہ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے تاہم لوگوں نے حضرت امام حسنؓ کی دعوت پر لبیک کہی جبکہ امام حسنؓ نے یہ موقف پیش کیا کہ امیر المومنینؓ رفع فساد اور اصلاح بین المسلمین

خاطر امداد طلب کر رہے ہیں۔ اتنے میں مالک اشتر نخعی بھی کوفہ پہنچ گیا اور ان سب کی کوشش سے نو ہزار کوفی مسلح ہو کر ذی قار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ امیر المومنینؓ نے بذریعہ اشتر مالک حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حکم دیا کہ وہ کل تک دار الامارت خالی کر دیں۔

آخر نو ہزار مسلح کوفی حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے

جب یہ نو ہزار مسلح کوفی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے ان کی ستائش کی اور فرمایا کہ آپ کو تکلیف اس لیے دی گئی ہے تاکہ رفع فساد ہو اور اصلاح بین المسلمین کی صورت پیدا ہو جائے اگر پند و نصائح سے بصرہ کے لوگ اپنی رائے سے رجوع کر لیں فھو المراد اگر نہ مانیں تو نرمی سے انہیں قائل کیا جائے.....

دوسرے دن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قعقاعؓ بن عمرو کو ام المومنینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے دریافت کریں کہ بصرہ میں آنے کا ان کا کیا مقصد ہے۔

قعقاعؓ بن عمرو نے ہر سہ حضرات سے دریافت کیا کہ آپ حضرات کی بصرہ میں آنے کی کیا غرض و غایت ہے؟.....

ام المومنینؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں اصلاح کرنا مقصود ہے تاکہ حضرت عثمان غنیؓ کا قصاص لیا جائے اور اس سلسلہ میں قرآن مجید پر عمل کرایا جائے۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے بھی یہی غرض و غایت بیان کی۔

حضرت قعقاعؓ بن عمرو کی وجہ سے فریقین میں خوشگوار ماحول پیدا ہو گیا

حضرت قعقاعؓ بن عمرو نے کہا کہ اس طرح تو قصاص نہیں لیا جا سکتا پہلے خلافت اور امارت کو مستحکم کر لیا جائے پھر قرآن کریم کی رو سے قاتلین عثمانؓ سے قصاص بآسانی لیا جا سکتا ہے جب تک جمعیت اور طاقت نہ ہوگی..... قاتلین عثمانؓ قصاص سے بچتے ہی رہیں گے اور بے شمار خونریزی ہوتی رہے گی اس لیے آپ بزرگوں کے لیے ضروری ہے کہ آپس میں صلح کر لیں۔ ہم لوگوں کو ابتلاء اور مصیبت

میں نہ ڈالیں۔ ان باتوں کا ان حضرات پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ اگر حضرت علیؓ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے لیے تیار رہیں تو ہمیں ان سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ از روئے قرآن ان سے قصاص لینا نہایت ضروری ہے۔ حضرت قعقاعؓ بن عمرو نے کہا کہ خفیفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہی خواہش ہے۔ بہر حال صلح کی طرف قدم اٹھایا گیا جس کا نتیجہ خاطر خواہ بڑا ہوا۔ اس لیے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بصرہ کی طرف کوچ صلح و آشتی کے لیے ہے

اگلے روز حضرت علیؓ نے ایک تقریر فرمائی کہ بصرہ کی طرف ہمارا کوچ حرب و ضرب کے لیے نہیں ہے بلکہ صلح و آشتی کے لیے ہے۔ جنگ کی جو آگ بھڑک رہی ہے اس پر ہم نے پانی ڈالنا ہے۔ اور اسی غرض کے لیے ہم بصرہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ ایک بات ضروری ہے کہ وہ لوگ جو بلوائی اور قاتلین عثمانؓ سے ہیں وہ ہمارے لشکر سے الگ ہو جاویں اور ہمارے ساتھ سفر بھی نہ کریں۔

بلوائی اور سبائی حضرت علیؓ کے لشکر سے علیحدہ رہنے لگے

یہ اعلان سن کر بلوائی اور سبائی بہت پریشان ہو گئے ان کی تعداد اڑھائی ہزار کے قریب تھی نے اپنی الگ میٹنگ کی کہ اب ہمیں حضرت علیؓ کے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیئے لیکن اس رائے سے بعض نے اختلاف کیا اور پھر سوچنے لگے کہ اگر حضرت علیؓ اور ام المومنینؓ کے درمیان صلح ہو گئی تو ہماری خیر نہیں ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ہمراہ ہم ہیں سے کچھ لوگ ملے جلے چلیں اور کچھ علیحدہ بھی رہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ لوگ الگ ہو گئے ہیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ ساتھ ساتھ کیوں چل رہے ہیں تو جواب دیا جائے کہ اگر صلح نہ ہو سکی تو ہم فوراً آپ کی مدد کے لیے موقعہ پر پہنچ جائیں۔ ویسے ان لوگوں نے ایک بات پر اتفاق کر لیا کہ صلح نہ ہونے دی جائے اور اگر کسی صورت میں صلح ہو بھی جائے تب بھی کسی نہ کسی موقعہ کی تلاش میں رہنا چاہیے تاکہ بنا بنایا کام بگڑ جائے۔ اگر ایک دفعہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تو ہزار جتن کیے جائیں جنگ کے شعلے بلند ہو کر ہی رہیں گے۔

دوسری طرف حضرت علیؓ نے ذی قار سے رخصت ہوتے وقت دوبارہ فرمایا کہ ہم بصرہ کی طرف

ب کی غرض سے نہیں جا رہے بلکہ جنگ کی آگ جو بھڑک رہی ہے اس پر پانی ڈالنے کیلئے جا رہے ہیں۔

حضرت علیؓ سے نہایت اہم سوال کیے گئے

جن کا انہوں نے تسلی بخش جواب دیا۔

کسی نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا...... اگر آپ صلح کے پہلے ہاتھ بڑھائیں اور وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیں تو آپ کیا کریں گے؟........

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا........ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔

سائل نے سوال کیا....... اگر وہ خود بھی اور آپ کو بھی اپنے حال پر نہ رہنے دیں اور جنگ میں آپکو گھسیٹ لائیں تب آپ کی پوزیشن کیا ہوگی؟......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جوابدیا..... اس وقت ہم صرف مدافعت کریں گے اور مدافعت میں بھی نرمی کا پہلو اختیار کیا جائے گا۔

پھر سوال کیا...... حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس خونِ عثمان کے قصاص لینے کے لئے کیا دلیل ہے؟......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ......... ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے خروج کیا ہے....

پھر دریافت کیا کہ آپ کے پاس بھی خونِ عثمان کے قصاص لینے میں تاخیر کرنے کی دلیل کیا ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا..... میرے پاس بھی دلیل ہے جب امر مشتبہ ہو جائے اور حقیقت دریافت کرنا دشوار ہو جائے تو فیصلہ احتیاط سے کرنا چاہیے جلدی نہیں کرنا چاہیے۔

مزید دریافت کیا گیا کہ اگر قتل و قتال میں طرفین کی طرف سے جانیں ضائع ہو جائیں تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا...... اس راستہ میں کام آنے والے طرفین کے لوگ جنتی ہوں گے۔

بصرہ میں حضرت علیؓ کا لشکر پہنچ گیا

ایسے خیر سگالی جذبات کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بصرہ کی طرف روانہ ہوئے جب ام المومنینؓ کے لشکر کے قریب پہنچے تو پڑاؤ ڈال لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم بن سلام اور مالک بن

حبیب کو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف بھیجا کہ قعقاع بن عمرو سے جو آپ نے صلح و صفائی کی بات کی ہے اگر آپ اس پر پابند ہیں تو جنگ سے باز رہیں تاکہ تمہیدی گفتگو کے بعد مزید معاملات طے ہو سکیں حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ نے فوراً جواب دیا کہ قعقاع بن عمرو سے ہم نے جو بات کی ہے ہم اس کے پابند ہیں

حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ

میدان جنگ میں، صلح و صفائی کی بات چیت کر رہے ہیں

اس کے بعد یہ حضرات (طلحہؓ اور زبیرؓ) گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر سے باہر آ گئے۔ حضرت علیؓ بھی ان کو دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے قریب پہنچ گئے۔ اور حضرت طلحہؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے طلحہؓ! کیا میری دشمنی کے لیے یہ لشکر فراہم کیا جا رہا ہے...... آپ میرے مقابلے سے باز نہ آئیں گے؟ میں تمہارا دینی بھائی ہوں اور کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی؟...... اور اب اس بیعت سے پھر رہے ہو؟

حضرت طلحہؓ نے جواب دیا...... بیعت اس وقت کی گئی تھی جب میری گردن پر تلوار تھی اور پھر اس بیعت میں بھی کیا حضرت عثمان غنیؓ کے خونِ ناحق کے قصاص کی شرط نہ تھی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اور نیتوں کا مالک ہے خداوند تعالیٰ جلد قاتلینِ عثمان کو کیفر کردار کو پہنچائے۔

ام المومنینؓ، حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ

نے جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیرؓ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ اے زبیر! تمہیں یاد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں فرمایا تھا کہ اے زبیر! تم اس شخص سے ناحق لڑو گے یہ سن کر حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ ہاں مجھے یاد آ گیا اور کہا کہ یہ حدیث آپ نے مجھے مدینہ منورہ میں ہی کیوں نہ سنا دی اور اب میں آپ سے ہرگز نہیں لڑوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں بزرگ حضرت علیؓ سے رخصت ہو کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ گفتگو بیان کی اور ساتھ ہی

Marfat.com

ـب میں حصہ نہ لینے کا ارادہ ظاہر کر دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے بھی جنگ کرنے کا ارادہ ترک دیا۔ دو تین دن تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ ڈالے رہے کسی کو لڑنے کا حکم تھا.......

آپس میں بات چیت بھی ہوتی رہی۔ اس دوران طرفین کی طرف نامہ و پیام آتے رہے یہاں تک یسرے دن شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرات رضؓ و زبیرؓ کی طرف سے محمد بن طلحہ بغرض صلح طے کرنے کے لیے آنے جانے لگے اور طرفین نے اقرار صبح کو صلحنامہ لکھ دیا جائے۔ دونوں طرف بے انتہا خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔

بلوائی اور سبائی عنصر نے اس صلح کو ختم کر کے رکھ دیا

بلوائی اور سبائی عنصر کو یہ صلح ناگوار گزری، وہ ساری رات اسی کشمکش و پیچ میں رہے کہ کسی نہ طور پر صلح کی کارروائی نہ ہونے پائے۔ آخر صبح کاذب سے پہلے ان بلوائیوں اور سبائیوں نے باہم رہ کے بعد حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ کے ایک لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر کو بھی مدافعت ہتھیار استعمال کرنے پڑے۔ لڑائی کا یہ شور سن کر حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ اپنے اپنے خیمہ سے باہر نکل ے اور شور و غل کا سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور فعت کی غرض سے لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ سن کر ان حضرات نے افسوس کیا اور کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ت و خون کروائے بغیر نہ رہیں گے۔

سبائیوں کی شرارت کی وجہ سے

فریقین لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے

دوسری طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شور سن کر خیمہ سے باہر آئے اور اس ضرب و حرب کی جو دریافت کی تو سبائیوں کے ایجنٹوں نے بتایا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور ب مجبوراً مدافعت کی جا رہی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ افسوس! حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ ر خون ریزی کے باز نہ آئیں گے؟...... یہ فرمانے کے بعد لشکر کی صف آرائی کی اور بڑے زور شور ے لڑائی شروع ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین ایک دوسرے کو مجرم ٹھہرا دیا۔

Marfat.com

صلح کی کوشش ناکام رہ گئی

آخر فریقین کرنے بھی کیا جبکہ تھوڑے عرصہ میں چخ پخ شروع ہو گئی اور چیخ و پکار کے درمیان اصل حقیقت سے کوئی فریق بھی واقف نہ ہو سکا اور کشتوں کے پشتے لگنے شروع ہو گئے۔ البتہ خونریزی ہونے سے قبل دونوں طرف سے ایک ہی قسم کی منادی کی گئی :۔

- کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
- کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔
- کسی کا مال نہ چھینا جائے۔

اس اعلان نے یہ ثابت کر دیا کہ طرفین صرف غلط فہمی کا شکار ہوئے نیت دونوں طرف درست ہے ....

ام المومنینؓ کا اونٹ لڑائی کا مرکز بن گیا

اب بلوائیوں اور سبائیوں کو اپنی تلواروں کے جوہر دکھانے کا خوب موقعہ ملا اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ قاضی کعب بن ثور نے جب یہ حالت دیکھی تو ام المومنینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس بہت افسردگی میں آئے اور ان کو ایک اونٹ پر سوار کر کے میدان جنگ میں لے آئے صرف اس خیال سے کہ لوگ ان کو دیکھ کر لڑائی سے رک جائیں گے۔ میدان جنگ کی وجہ سے ان کے ہودج کو خوب مضبوط کر رکھا تھا تاکہ تیروں کے نشانہ جات سے بھی حضرت ام المومنینؓ کو صدمہ نہ پہنچے۔ اب ام المومنینؓ کو اونٹ پر سوار دیکھ کر ان کے لشکر نے یہ سمجھا کہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے میدان جنگ میں تشریف لائی ہیں۔ میدان کارزار اور زیادہ گرم ہو گیا۔ سینکڑوں لاشیں اس اونٹ کے اردگرد پروانہ وار کٹ کٹ کر جمع ہوتی رہیں۔ اصل لڑائی کا مرکز ام المومنین کا اونٹ تھا جس پر وہ سوار تھیں۔ یہ لڑائی اتنی خوفناک ثابت ہوئی کہ نیزوں پر قرآن مجید بھی بلند کیا گیا کہ اس کے احکام پر سر تسلیم خم کر لیا جائے اور تلواروں کو میان میں کر لیا جائے لیکن آگ بھڑکنے کے بعد کب آسانی سے بجھا کرتی ہے ؟

آخر اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں اور لڑائی بند ہو گئی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عین سامنے مالک اشتر نخعی اور دیگر سبائی لوگ بڑی بہادری اور جانفشانی

ے اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی کئی بار خود حملہ کیا۔ آخر انہوں نے
ھا کہ لڑائی کا سارا مرکز ام المومنینؓ کا ہودج ہے اور لوگ ان کے اونٹ کی مہار پکڑتے ہوئے
نہ وار کٹ کٹ کر شہید ہو رہے ہیں تو حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اونٹ کی کونچیں کاٹ دی جائیں
، مشکل سے کونچیں کاٹی گئیں اور اونٹ کراہتا ہوا بیٹھ گیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اس اونٹ کو
یا اور محمد بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ دیکھیں کہ ام المومنینؓ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ لڑائی ختم ہوئی ...... لیکن
خطرناک صورت میں ختم ہوئی ...... کہ الامان .... طرفین کے دس ہزار آدمی اس جنگ
، کام آئے۔

ام المومنینؓ اور حضرت علیؓ نے ایک دوسرے سے معذرت چاہی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی خیریت دریافت
ے لگے۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کی خطائیں معاف کرے ...... کاش میں آج
بیس سال پہلے دنیا سے چلی گئی ہوتی ...... یہی جملہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس وقت ادا کیا۔
اس کے بعد محمد بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ ان کو بصرہ میں لے جاکر عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں
، بنت الحرث بن ابی طلحہ کے پاس نہایت تعظیم و تکریم سے ٹھہرائیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے
ن کیا کہ کسی زخمی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ کسی کا مال چھینا جائے اور نہ کسی کا تعاقب کیا جائے، تمام
ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ اس مال کو اٹھوا کر جامع مسجد میں رکھ دیا جائے
ہر شخص اپنا اپنا سامان اور ہتھیار شناخت کرنے کے بعد لے جائے۔ دونوں طرف کے تمام مقتولین
ز جنازہ پڑھی گئی اور سب کے لیے دعائے مغفرت مانگی گئی۔ سب کو مشترکہ طور پر دفن کیا گیا، کسی قسم
تیازی سلوک روا نہ رکھا گیا۔

سبائیوں کو صلح صفائی سے سخت رنج تھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس فعل سے اشتر مالک اور سبائی لوگوں کو بے انتہا صدمہ ہوا اس
کہ اگر مخالف گروہ کے مقتولین کے ساتھ یہی سلوک کرنا تھا تو لڑائی کرنے اور خونریزی کرنے کا فائدہ؟
...... یہ تو ان کے وقتی طور پر الفاظ تھے جو ان کے دل کی ترجمانی کر رہے تھے ورنہ ان کا مقصد
تی بین المسلمین" کچھ حد تک پورا ہو گیا تھا۔

Marfat.com

حضرت عشرہ مبشرہ کا کردار میدانِ جنگ میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب فرمانِ مصطفوی حضرت زبیرؓ کو عین میدانِ جنگ میں یاد کروایا کہ اے ابو عبداللہ! تمہیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا تھا کہ تم اس شخص سے ایک وقت ناحق لڑو گے"...... تو حضرت زبیرؓ نے یہ الفاظ سن کر فرمایا کہ ہاں مجھے یاد آگیا لیکن آپ نے یہ الفاظ مجھے مدینہ منورہ میں کیوں نہ بتا دیئے تاکہ میں یہاں تک نہ پہنچتا۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے خلاف ہرگز نہ لڑوں گا...... جب لڑائی شروع ہوئی تو حضرت زبیرؓ الگ ہو کر میدانِ جنگ سے نکلنے لگے، حضرت عمار بن یاسرؓ نے ان پر حملہ کر دیا۔ حضرت زبیرؓ کہتے رہے کہ میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتا۔ اس کے باوجود حضرت عمار بن یاسرؓ برابر حملہ کرتے رہے۔ حضرت زبیرؓ عرب کے بہادروں میں سے ایک بڑے بہادر تھے۔ اس لیے جوانمردی کے ساتھ حضرت عمار بن یاسرؓ کے وار کو روکتے رہے بالآخر حضرت عمار بن یاسر تھک کر رہ گئے۔ حضرت زبیرؓ وہاں سے احنف بن قیس کے خیمہ کی طرف ہو لیے جنہوں نے غیر جانبداری کے طور پر علیحدہ خیمہ لگا رکھا تھا۔ آپ وہاں سے گزر رہے تھے کہ عمرو بن الجرموز ان کے ساتھ ہو لیا اور قریب ہو کر ان سے مسائل دریافت کرنے لگا جس سے حضرت زبیرؓ کو اس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہوا اصل میں وہ بدنیتی کے طور پر ان کے ہمراہ چل رہا تھا اور سبائی گروہ سے تعلق رکھتا تھا وادی السباع میں پہنچ کر حضرت زبیرؓ ظہر کی نماز پڑھنے لگے اور یہ عمرو بن الجرموز بھی نماز میں شریک ہو گیا لیکن جب حضرت زبیرؓ سجدہ میں گئے تو اس بدبخت نے ان کی گردن پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا جس سے ان کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ یہ شقی ان کی تلوار اور ان کا کٹا ہوا سر لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا[1]۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت زبیرؓ کا کٹا ہوا سر دیکھ کر فرمایا کہ تجھے جہنم کی بشارت ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنَ صَفِیَّةَ بِالنَّارِ"[2] عمرو بن الجرموز اس بات سے اس قدر رنجیدہ ہوا کہ اس نے فوراً غصہ میں آکر خودکشی کر لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ دیکھ کر اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اس قاتل کے حق میں حرف بحرف پوری ہوئی۔

---

[1] کہ ان کو مژدہ سنا کر داد و دہش حاصل کرے۔

[2] حضرت صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی بشارت سنا دو۔

Marfat.com

حضرت طلحہ رضؓ نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا

اسی طرح حضرت طلحہ رضؓ سے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی میدانِ جنگ میں گفتگو ہوئی اسی وقت سے یہ جنگ میں شریک ہونے سے گریز کرنا چاہتے تھے میدانِ کارزار گرم تھا اور یہ ایک طرف الگ تھلگ کھڑے تھے کہ کسی نے تاک کر ایسا تیر ان کی طرف پھینکا جو ان کی ران میں پیوست ہو گیا۔ تیر زہر آلود تھا اسی حالت میں بے ہوش ہو گئے۔ جب قدرے ہوش و حواس سنبھلے تو ایک شخص ان کے پاس سے گزرا۔ آپ رضؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کس فریق سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا غلام ہوں۔ آپ نے اسے کہا کہ ذرا ہاتھ بڑھانا اس نے ہاتھ بڑھایا تو اس کے ہاتھ پر نیا بنا حضرت علیؓ کی بیعت کی اور تجدیدِ بیعت کے کچھ وقفہ کے بعد انتقال فرما گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب یہ بات بتائی گئی تو انہوں نے بے انتہا حضرت طلحہ رضؓ کی تعریف فرمائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تاثرات

اسی طرح جب لاشوں کے ڈھیر میں محمد بن طلحہ رضؓ کی لاش پر نظر پڑی تو فرمایا صالح جوان تھا اور بہت زیادہ ان کی تعریف کی۔ اس کے بعد حضرت طلحہؓ کی لاش نظر آئی دیکھ کر رونا شروع کر دیا ان کے کٹے ہوئے ہاتھ کو بار بار بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جو غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سینہ سپر ہو کر ڈھال کا کام دیتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔ بہت زیادہ تعریفی جملے زبان سے ادا کیے اور اس جنگ جمل کی بدبخت ساعت پر بے انتہا افسوس کیا۔

اُم المومنین رضؓ کو مکہ مکرمہ بصد تکریم روانہ کیا گیا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ بصرہ میں صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ کے پاس ٹھہری رہیں ان کی تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہونے دی ام المومنین رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں کے دل ایک دوسرے کی طرف سے بالکل صاف تھے۔ آخر یکم رجب ۳۶ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے روسائے بصرہ کی چالیس عورتوں کے ہمراہ ام المومنین رضؓ کو زادِ راہ دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا اور محمد بن ابی بکر رضؓ ان کے بھائی کو ان کے ہمراہ کر دیا اور خود بھی مشایعت کی غرض سے کئی میل تک ساتھ

گئے۔ راستہ میں ام المومنینؓ نے لوگوں کو غلط فہمی دور کرنے کے لیے فرمایا کہ علیؓ اور میرے درمیان کوئی رنجش نہیں یہ ایسی ہی بات ہے جیسی ساس اور داماد میں ہوا کرتی ہے۔ حضرت علیؓ اچھے بھلے آدمی ہیں۔

حضرت حسن بن علیؓ دوسری منزل تک پہنچانے آتے۔ مکہ مکرمہ میں ام المومنینؓ حج کر کے محرم ۳۷ھ مدینہ منورہ چلی گئیں اور وہاں پہنچ کر بھی جب کبھی جنگ جمل کا واقعہ یاد آتا تو کئی کئی روز تک سوگوار رہتیں اور فرمایا کرتیں کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے اس دنیا سے چلی گئی ہوتی۔

سبائیوں کو حضرت علیؓ کے فعل پر اعتراض

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل کی فتح کے بعد بصرہ کے بیت المال سے نقد رقم نکال کر اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دی اس طرح کہ ہر لشکری کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے پھر فرمایا کہ اگر تم نے ملک شام کو مسخر کر لیا تو مقررہ وظائف کے علاوہ اسی قدر اور رقم بطور انعام دی جائے گی۔ اس پر بلوائی اور سبائی عناصر میں سے ایک فرقہ نے پھر اعتراض کیا کہ جنگ جمل کے میدان میں مقتولین کے مال و متاع کو تو مباح نہ فرمایا اب یہ تقسیم کیسی ہے؟

یہ مخالفت اور اعتراض کی چنگاری اسی طرح اندر ہی اندر سلگتی رہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت زیادہ پریشان ہو گئے یہاں تک کہ وہ گروہ، بصرہ سے نکل کر چل دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فکر لاحق ہوئی کہ وہ ملک میں پھیل کر فساد برپا نہ کریں۔ آپ نے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ گروہ ان کے ہاتھ نہ آیا اور چھپ چھپا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ان بلوائیوں اور سبائیوں کا مقصد اسلام کو زک پہنچانا تھا۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کرنے سے ان کا مدعیٰ حاصل ہونا تھا تو قتل کر دکھایا اور بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فدائی اور شیدائی بن گئے اور پھر اس فدائیت کے پردے میں جنگ جمل رونما ہوئی۔

بلوائی تفریق بین المسلمین کے لیے ہر وقت کوشاں رہے

اگرچہ فریقین صلح پر رضامند ہو گئے تھے اور آنے والی صبح کو صلحنامہ لکھنے والے تھے کہ اس آگ کو انہوں نے ایسا بھڑکایا کہ دس ہزار مسلمان اس آگ کی نذر ہو گئے۔ ان کا نصب العین یہی تھا کہ تفریق بین المسلمین رہے اور مسلمان ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ جب ام المومنینؓ طلحہؓ اور زبیرؓ

Marfat.com

نے از سرِ نو صلح و صفائی کر لی اور کسی قسم کا کوئی جھگڑا باقی نہ رہا تو ان بلوائیوں اور سبائیوں نے حضرت علی رض کے ہر فعل پر نکتہ چینی کرنا شروع کر دی بلکہ یہ نکتہ چینی اتنی زیادہ شدت اختیار کر گئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کی جانب سے ہر وقت خطرہ رہنے لگا۔

ان بلوائیوں نے مختلف لبادے اوڑھ رکھے تھے۔ بعض افراد منتشر بھی ہو جاتے تھے اور بعض وفاداری اور جانبازی کے روپ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت قریب ہو گئے تھے اور ان میں سے بعض تو معتمد علیہ سمجھے جانے لگے تھے جیسے مالک اشتر اور اس کی پارٹی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر جانثاری کا دم بھرنے والی ہو گئی تھی۔

ان تمام دقتوں کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیش نظر امیر معاویہ رض سے بیعت لینے کا مسئلہ ابھی باقی تھا جس کے لیے زور شور سے تیاری شروع کر دی۔

کوفہ کو دارالخلافہ بنانے کی وجوہات

جنگ جمل کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو دارالخلافہ بنا لیا جس کی چند وجوہات تھیں:۔

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرفدار کوفہ میں زیادہ تھے۔
- دمشق کوفہ سے زیادہ نزدیک تھا جس طرف لشکر کشی کا ارادہ تھا۔
- ایران کی سرحدات بھی کوفہ سے زیادہ نزدیک تھیں جہاں سے ان سرحدات کا خاطر خواہ بندوبست کیا جا سکتا تھا۔
- مذہبی حیثیت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سمجھتے تھے کہ بلوائیوں اور فسادیوں کی وجہ سے شہادت عثمان غنی رض کے بعد مدینہ منورہ کا احترام لوگوں کے دلوں سے زائل ہو رہا ہے اور اب مدینہ طیبہ کو ہی اگر دارالخلافہ رہنے دیا تو ہو سکتا ہے کہ دوبارہ خونریزی کی صورت پیدا ہو جائے اور لوگوں کے دلوں سے مدینہ منورہ کا احترام ہی اٹھ جائے۔
- شرفائے مدینہ بھی حضرت عثمان غنی رض کے عہد میں مدینہ منورہ چھوڑ کر اور علاقوں میں مقیم ہو گئے تھے۔ شہادت عثمان غنی رض کے بعد تو اکثر گھرانے مدینہ منورہ کی سکونت کو ترک کر رہے تھے اور مدینہ طیبہ میں لیے سیاسی طور پر کوئی خاص کشش نہیں سمجھتے تھے۔

ہر سہ خلفائے سابقہ کے ادوار ہائے خلافت میں کسی خلیفہ کو سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دینے

کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کمان سنبھالنا پڑی۔

ملک مصر کی سیاست نے کیا کیا گل کھلائے

جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوری تیاری شروع کر دی تھی وہاں حضرت امیر معاویہؓ کو بھی پورا ایک سال مل گیا کہ وہ لڑائی کے لیے تیار ہو سکیں۔ جنگِ جمل میں شکست کھانے کے بعد بنی امیہ کے سردار حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچ رہے تھے اور ان کی طاقت میں اس طرح روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے مصر کا معاملہ بہت اہم تھا۔ ان کو ڈر تھا کہ ہونے والی خوفناک جنگ میں مصر کا والی دمشق پر عقب سے حملہ نہ کر دے۔ آخری ایام میں حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ کی سفارش پر محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا گورنر بنا دیا تھا کیونکہ بلوائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ہر حالت میں معزول کروانا چاہتے تھے۔ یہی بلوائی محمد بن ابی بکرؓ کا حکمنامہ دستی لے کر جا رہے تھے کہ دوبارہ واپس مدینہ منورہ میں یہ کہتے ہوئے داخل ہو گئے کہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا...... چنانچہ یہ آڑے کر چالیس روز کے محاصرہ کے بعد بلوائیوں اور شر پسندوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔ جس زمانہ میں بلوائیوں نے مدینہ منورہ میں شورش برپا کر رکھی تھی۔ اس وقت سے مصر کی گورنری محمد بن ابی خدیفہ نے سنبھال رکھی تھی...... عثمانی عاملوں کو برطرف کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قیس بن سعد کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔

قیس بن سعد ایک سلجھے ہوئے دماغ کے مالک تھے۔ انہوں نے مصر جاتے ہی ان لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں بیعت لے لی۔ جنہوں نے ان کی امارت کو دل و جان سے قبول کر لیا تھا۔

دوسرا گروہ جو حضرت عثمان غنیؓ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کر رہا تھا ان سے کوئی تعرض نہ کیا جب کہ ان لوگوں نے قیس بن سعد کو یہ بھی یقین دلا دیا کہ حالات کا اندازہ کرنے دو، اگر سب لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر متفق ہو گئے تو ہم بھی بیعت کر لیں گے، لیکن سر دست ہمیں مجبور نہ کرو۔ یہ گروہ طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ قیس بن سعد نے ان کی اس بات کو تسلیم کر لیا اور ان سے مدارات سے پیش آنے لگے۔ تیسرا گروہ غیر جانبدار تھا ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔

محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا گورنر بنا دیا

جنگ جمل کے بعد محمد بن ابی بکرؓ کی خواہش تھی کہ اس کو مصر کی گورنری کا حکمنامہ دے دیا جائے۔ اس کی تائید محمد بن جعفر نے اس صورت کی کہ قیس بن سعد نے مصر میں اس گروہ کی مدارات کرنا شروع کر دی ہے جس نے نہ ابھی تک حضرت علیؓ کی بیعت کی ہے اور نہ ہی حضرت عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ کو ہی ترک کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیس بن سعد نے حضرت امیر معاویہؓ سے ساز باز کر رکھی ہے۔ حضرت علیؓ کو بھی یہ بات کھٹکنے لگی.....

ادھر حضرت امیر معاویہؓ قیس بن سعد کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے خط و کتابت کر رہے تھے، لیکن قیس بن سعد کھلے طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرفدار اور وفادار تھے۔ تاہم خط و کتابت نے ایسا گل کھلا دیا کہ حضرت علیؓ کو یقین ہو گیا کہ وہ امیر معاویہ سے خط و کتابت کر رہے ہیں اس لیے حضرت علیؓ نے قیس بن سعد کو ملک مصر سے بلا لیا اور محمد بن ابی بکرؓ کو گورنری کا حکم نامہ دے کر روانہ کیا۔

محمد بن ابی بکرؓ کی غلط پالیسی کے نتائج

محمد بن ابی بکرؓ ایک جوشیلا نوجوان تھا اس نے مصر پہنچتے ہی اعلان کر دیا کہ فوراً حضرت علیؓ کی بیعت قبول کرو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس دوسرے گروہ نے وہی جواب دیا جو انہوں نے قیس بن سعد سابق گورنر کو دیا تھا کہ ابھی چند روز ٹھہریں قوم کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائے گی جو قوم کا فیصلہ ہو گا وہی ہمارا فیصلہ ہو گا۔ البتہ ہم اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے ہم شرفائے مصر میں سے ہیں۔

محمد بن ابی بکرؓ نے قطعی طور پر ان کی اس بات کو تسلیم نہ کیا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے بھی حفاظت کی تدابیر کر رکھی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کے اخیر تک محمد بن ابی بکرؓ مصر کے اندرونی خلفشار سے عہدہ برآ نہ ہو سکا یہی مقصد حضرت امیر معاویہؓ کا تھا کہ مصر اپنے اندرونی حالات میں ہی الجھا رہے اور جنگ صفین میں عقب سے دمشق پر حملہ نہ کر دے اور ملک شام دو فوجوں کے درمیان آکر پس نہ جائے۔

Marfat.com

حضرت عمروؓ بن العاص حضرت امیر معاویہؓ

کے پاس دمشق پہنچ گئے ۔۔۔!

یہاں ایک بات اور قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص مصر کے گورنر تھے لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے ۲۶ھ میں انہیں گورنری سے معزول کیا تو مدینہ منورہ میں اقامت گزین ہو گئے بلوائیوں اور مفسدین کی فتنہ پردازی کے وقت وہ امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کو مفید مشورہ بھی دیتے رہے لیکن جب بلوائیوں اور سبائیوں نے مدینہ منورہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس وقت انہوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر اپنے بیٹوں سمیت بیت المقدس میں رہائش اختیار کر لی۔ ۳۶ھ تک وہ وہیں اقامت پذیر رہے۔ وہ تمام واقعات کو سنتے تھے اور نہایت سنجیدگی سے اس پر غور کرتے تھے۔

انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر سُنی، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی بیعت کے بارے میں سنا اور خونِ عثمانؓ کے قصاص میں تاخیر کرنے کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے موقف پر بھی غور کیا۔ بعد میں جنگ جمل کے واقعات بھی انہیں سناتے گئے اور انہیں حضرت علیؓ کی ملکِ شام پر حملہ کی تیاریوں کے بارے میں بتایا گیا۔ ان تمام واقعات پر انہوں نے بہت غور و خوض کیا اور بعد میں اپنے ہر دو لڑکوں عبداللہ اور محمد سے بھی مشورہ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص نے عرض کیا کہ خلفائے سابقہؓ آپ سے راضی اور خوش گئے ہیں آخر زندگی میں آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں، سکون سے دن گزاردیں۔۔۔۔۔۔

حضرت محمد بن عمروؓ بن العاص نے کہا کہ آپ نے گرم و سرد کو چکھا ہوا ہے اور تمام نشیب و فراز سے آپ واقف ہیں اس وقت امتِ مسلمہ مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔ شاید آپ کی وجہ سے کوئی بہتری کی صورت نکل آئے۔

اپنے دونوں بیٹوں کی رائے کو سنکر حضرت عمروؓ بن العاص نے غور کیا اور دونوں کی تعریف فرمائی اس کے بعد آپ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچ گئے اور حضرت امیر معاویہؓ کو کہنے لگے کہ عثمانؓ کے قصاص کی دعوت مقدم ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے آنے کو بہتر سمجھا۔ کچھ دن تو وہ ان سے بہت محتاط رہے لیکن پھر حضرت عمروؓ بن العاص کو حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے اعتماد میں لے لیا

جنگِ جمل کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو ایک سال تیاری کے لیے مل گیا

جنگِ جمل کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو پورا ایک سال جنگ کی تیاری کے لیے مل گیا تھا اور ساتھ ہی ارد گرد کے حالات کو سازگار بنانے کے لیے انہیں اچھا موقعہ ہاتھ آ گیا تھا مزید براں حضرت امیر معاویہؓ نے ملک شام میں بیس بائیس سال کا عرصہ اس طریق سے گزارا تھا کہ ہر کس و ناکس ان کے حسن انتظام اور سیاست دانی سے مطمئن تھا۔ رومی ہر وقت ان کی عسکری طاقت سے خائف رہتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جنگِ جمل میں حضرت امیر معاویہؓ بالکل غیر جانبدار رہے جب کہ حضرت علیؓ اس جنگ میں سپہ سالار لشکر تھے امیر المومنین کی حیثیت سے نہ تھے۔

معاملہ کی نزاکت بھی غور طلب ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ ایک طرف ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ دوسری طرف ۔۔۔۔۔۔

جنگ کی آگ بھڑکی جس کو بجھانے کے لیے ہزار جتن کیے لیکن آگ بجائے بجھنے کے اور زور پکڑتی گئی جس کے شعلے آسمان کی خبر لانے لگے۔ اس جنگ میں دس ہزار مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا ۔۔۔۔۔۔ یہ ایک دردناک اور المناک واقعہ ہے جس کو تاریخ نے اپنے اوراق میں ضبط کر رکھا ہے۔ اس تاریخ کے اوراق کو طاقِ نسیاں میں رکھا جا سکتا ہے لیکن واقعہ کو تاریخ کی کتابوں سے محو نہیں کیا جا سکتا ہے۔۔۔

اس جنگ کی ابتداء بلوائیوں اور سبائیوں کی شر انگیزی سے ہوئی اور اختتام فریقین کے دل کی صفائی سے ہوا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اس واقعہ کو یاد کر کے ہمیشہ رویا کرتی تھیں اور روتے روتے فرمایا کرتی تھیں کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے اس دنیا سے چلی گئی ہوتی اور یہی الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی اپنی زندگی میں فرمایا کرتے تھے۔

جنگِ صفین کی ابتداء

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کوفہ کا خاطر خواہ انتظام کر کے شام کی طرف متوجہ ہوئے اتمامِ حجت کے تحت انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو جریر بن عبداللہ کے ہاتھ خط دے کر روانہ کر دیا تھا۔

"جن لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی (مہاجرین

اور انصار، انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس لیے تم پر بھی لازم ہے عافیت اور سلامتی بھی اسی میں ہے ۔۔۔۔۔ اگر تمہیں عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینے کی آرزو ہے تو پہلے میری بیعت کرو اس کے بعد کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ کر دوں گا۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا یہ خط دمشق میں پڑھا گیا۔ وہاں بنی امیہ کے افراد اور دیگر سرداران عرب بھی موجود تھے۔ ادھر شامیوں میں خون عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ پورے ایک سال سے ہو رہا تھا اب زور پکڑ چکا تھا۔ بدیں وجہ حضرت امیر معاویہؓ نے لکھا کہ "پہلے قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہیے قصاص کا لینا آپ کے بس میں نہیں ہے تو آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود قاتلین عثمان سے قصاص لے لیں گے۔ اس کے بعد جس کو سب لوگ متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کر لیں اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے گی۔۔۔۔۔۔

قصاص لینا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ بلوائی اور سبائی حضرت علی کے لشکر میں اس وقت بہت کثرت سے شامل ہو چکے تھے اور ان میں مالک اشتر کی قسم کے لوگ صاحب اثر بھی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جب دیکھا کہ معاملہ نامہ و پیام سے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ رہا تو انہوں نے زیاد بن نصر حارثی کو آٹھ ہزار کا لشکر دے کر مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بھیجا اور شریح کو چار ہزار کا لشکر دے کر زیاد کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خود مدائن پہنچے۔ مسعود ثقفی کو وہاں کا گورنر بنا کر معقل بن قیس کو تین ہزار کا لشکر دے کر محاذ جنگ کی طرف روانہ کیا اور بقیہ فوج لے کر رقہ سے دریائے فرات کو عبور کیا۔

اشتر مالک حضرت علی کے لشکر کا سپہ سالار تھا

ادھر امیر معاویہؓ نے ابوالاعور سلمی کو بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا ہوا تھا وہ لشکر کو لیے آگے بڑھا آ رہا تھا۔ زیاد اور شریح کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس کی اطلاع حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو دی انہوں نے مالک اشتر نخعی کو بھیجا اور حکم دیا کہ زیاد اور شریح کے ہاتھ سے کمان اپنے ہاتھ میں لے اور شریح کو میمنہ اور میسرہ پر متعین کر دے۔

مبارزت طلبی عسکری مشق کے طور پر ہوتی رہی

فوجیں آمنے سامنے ٹھہری رہیں اور کوئی جنگ وغیرہ نہ ہوئی۔ دوسرے روز ابوالاعور سلمی

Marfat.com

ل کر میدان جنگ میں آیا اور آتے ہی مبارزت طلبی کی۔ ہاشم بن عتبہ میدانِ جنگ میں نکلا وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہے لیکن ایسا زور نہ تھا جیسا کفار کے مقابلہ میں مسلمان پیش کیا کرتے تھے۔ عصر کے وقت دونوں سردار ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد اشتر مالک نخعی نے ابوالاعور کے لشکر پر حملہ کیا اور شامی لشکر نے بھی جواباً حملہ کیا۔ رات کی تاریکی میں دونوں لشکر اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے گئے۔

دوسرے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ لشکر لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئے اور انہوں نے حکم دیا کہ دریائے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لو۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ نے پہلے ہی گھاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا۔

دریائے فرات سے قبضہ اٹھا لیا گیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صعصعہ بن صوحان کو امیر معاویہؓ کے پاس بطور قاصد بھیجا اور ان سے کہا کہ ہم تم سے ہرگز نہ لڑتے تا وقتیکہ تمہارے عذرات نہ سن لیتے اور افہام و تفہیم سے معاملہ حل کر لیتے لیکن تمہارے آدمیوں نے پہلے ہی جنگ شروع کر دی ہے۔ اب افسوس ہے کہ تم نے پانی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ پانی کو کھلا اور آزاد رہنے دو اور معاملہ کو افہام و تفہیم سے حل کرو۔ اگر آپ کی یہی مرضی ہے کہ اصل معاملہ کھٹائی میں پڑا رہے اور پانی پر جنگ شروع ہو جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس اس وقت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بھی موجود تھے ان کی رائے تھی کہ پانی کے گھاٹ پر قبضہ رکھا جائے جب کہ حضرت عمروؓ بن العاص نے رائے دی کہ قبضہ کو ہٹا دیا جائے۔ صعصعہ بن صوحان بغیر جواب لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پہنچ گیا اور بتایا کہ وہ لوگ گھاٹ پر سے قبضہ اٹھانے والے نہیں ہیں اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ بزورِ شمشیر گھاٹ پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس موقعہ پر تلواریں چمکیں، نیزے اور برچھے انسانی جسموں کو چھیدنے لگے اور سرتن سے جدا ہوئے اور انسانی خون بہنے لگا۔ اتنے میں حضرت امیر معاویہؓ نے حکم دیا کہ گھاٹ پر سے قبضہ اٹھا لیا جائے۔ اس طرح یہ ہنگامہ تھوڑے بہت ضرب و حرب کے بعد فرو ہو گیا۔

دو دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے ڈیرے ڈالے پڑے رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حجاز کے علاوہ یمن اور ہمدان وغیرہ ایرانی علاقہ سے بھی لشکر جمع ہوتا رہا اور اس کی تعداد نوے ہزار کو پہنچ گئی اور حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شامیوں کے اسی ہزار جوان تھے۔

Marfat.com

فوجوں کی ترتیب اور صف آرائی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے لشکر کی صف آرائی اس طور پر کی :-

سپہ سالار .... حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ہاشم بن عتبہ کو علم سپرد کیا۔

کوفہ اور بصرہ کے رسالہ پر ...... مالک اشتر نخعی اور سہیل بن حنیف کو مقرر کیا۔

کوفہ اور بصرہ کی پیادہ فوج کی کمان ...... حضرت عمار بن یاسر اور قیس بن سعد بن عبادہ سپرد کی گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا :-

سپہ سالار .... حضرت امیر معاویہؓ

رسالہ کی کمان .... حضرت عمروؓ بن العاص

مقدمۃ الجیش .... ابو الاعور سلمی

پیادہ فوج کی کمان .... مسلم بن عقبہ

میمنہ .... ذوالکلاح حمیری

میسرہ .... حبیب بن مسلمہ

دو دن کی خاموشی کے بعد تیسرے دن یکم ذوالحجہ ۳۶ھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سفارت کے طور پر ایک وفد امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت علیؓ کا "استحقاق خلافت" امیر معاویہؓ ثابت کریں اور ان کو دعوت دیں کہ وہ ایک مرکز پر جمع ہو جائیں۔ امت میں افتراق وانتشار کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

اس وفد میں بشیر بن عمرو انصاری، شبیث بن ربعی اور سعید بن قیس شامل تھے۔ اس وفد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سابق بالاسلام ہونے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی بنا پر خلافت اور امارات کا حق حضرت علیؓ کے لیے ثابت کیا اور ساتھ ہی کہا کہ امت میں انتشار کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے واضح الفاظ میں اس وفد کے اراکین کو جواب دیا کہ خونِ عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ مقدم ہے اس کے بعد دوسری باتیں ہیں یہ وفد ناکام واپس آیا۔

اس وفد کی ناکامی پر جنگ مجبوراً چھڑ گئی لیکن اکے دکے حملے ہوتے رہے کیونکہ دونوں طرف کے لوگ

Marfat.com

میں چاہتے تھے کہ جنگ شروع ہو ایک مہینہ تک یہ جنگی مشق جاری رہی۔ ایک آدھ حملہ ہوتا پھر طرفین رہتے ان فوجیوں کی غرض و غایت یہ تھی کہ مسلمانوں کی آپس میں خونریزی نہ ہونے پائے۔

محرّم کے مہینہ میں جنگ بند رہی

محرم کا چاند نظر آیا تو پورے ایک مہینہ تک جنگ بالکل بند ہوگئی دونوں طرف کے لشکر آپس میں ملتے ایک دوسرے سے باتیں ہوتی رہتیں، گھاٹ پر پانی پیتے، گھوڑوں کو پانی پلاتے، بہرحال لڑائی فوجوں کا مقصد نہیں تھا۔ اس محرم کے مہینہ میں بھی صلح و صفائی کی باتیں شروع ہوگئیں۔

طرفین سے فوجی جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے

دونوں طرف کے لشکر دل و جان سے چاہتے تھے کہ کسی طور پر لڑائی نہ ہونے پائے۔ معاملہ و شنید سے طے پا جائے۔ ایسی فضا بھی پیدا ہو رہی تھی کہ دونوں طرف کے سردار بھی اپنے امیر کو مجبور کر رہے تھے کہ جنگ سے دست بردار ہو جائیں لیکن سبائی اور بلوائی عنصر جو فوجوں میں ہوا تھا وہ کسی قیمت پر اس فضا کو قائم ہونے نہیں دیتا تھا اور قطعی طور پر نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں بت اور یگانگت پیدا ہو، اس کے علاوہ ہر دو فریق کے موقف میں بھی اشتراک مشکل نظر آتا تھا۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے موقف بھی علیحدہ علیحدہ تھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہزار جتن کریں کہ قاتلینِ عثمان سے قصاص لیں موجودہ حالت میں یہ ان کی بات نہ تھی اس لیے کہ اشتر مالک ایسے جانباز سپہ سالار، محمد بن ابی بکرؓ ایسے گورنر کو کیوں کر جا سکتی ہے؟ پھر جب معاملہ بھی مشتبہ ہو جاتے اور پوری طرح سے چھان پھٹک نہ کر لی جائے۔ لت میں فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے........ رہا ان مشتبہ افراد کو ایسے نازک موقعہ پر اپنے سے دور رکھنا حضرت علیؓ کے لیے سیاسی طور پر بہت ہی دشوار کام تھا۔

دوسری طرف حضرت امیر معاویہؓ بھی اپنے موقف کو چھوڑ نہیں رہے تھے۔ اس لیے کہ عہد عثمانی کے معزول شدہ عامل اور والی دمشق پہنچے ہوئے تھے..... حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ن شعبہ ایسے مدبر اور سیاستدان حضرت امیر معاویہؓ کے مشیر تھے۔

ان تمام باتوں کے علاوہ خونِ عثمان کے چھینٹے بھی تک مدینہ منورہ کے در و دیوار پر نظر آ رہے تھے۔

Marfat.com

اور قاتلینِ عثمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں شامل ہی نہیں بلکہ ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے اور وہ سلیح چلتے پھرتے تھے۔ پھر لوگوں نے بھی تو حضرت عثمان غنیؓ کی بے بسی اور بے کسی کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ملک شام نے تو باقاعدہ خونِ عثمان کے قصاص کی دعوت کو اٹھایا تھا بدیں وجہ حضرت امیر معاویہؓ کو اس دعوت سے دستکش ہونا بہت مشکل تھا۔

دوسرا وفد بھی ناکام رہا

ان حالات کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صلح کے لیے دوسری کوشش فرمائی عدیؓ بن حاتم زید بن قیس اور شیث بن ربعی کو دوبارہ امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ لڑنا اچھا نہیں ہے۔ حضرت عدیؓ بن نے دورانِ گفتگو کہا کہ جنگ جمل والوں کا انجام آپ نے سن لیا ہے اس لیے ڈرنا چاہیے۔ حضرت امیر نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے کہا کہ آپ صلح کے لیے آئے ہیں یا دھمکی دینے کے لیے۔ آخر میں بھی تو حرب کا پوتا ہوں۔ اس کے بعد زید بن قیس نے کہا کہ ہم صلح کی غرض سے آئے ہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف اس قدر ہے کہ جنگ کو ٹال دیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر سب نے بیعت کر لی ہے آپ بھی ان سے علیحدگی اختیار نہ کریں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ صلح اس وقت ہو سکتی ہے کہ جب قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے گا اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود قصاص لینے کے لیے اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں تو قاتلینِ عثمانؓ کو سپرد کر دیں جو ان کی فوج میں بہت زیادہ تعداد میں شامل ہیں بہرحال ایسی باتوں کے بعد یہ وفد بھی واپس آگیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے وفد بھیجا

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن السمط اور معن بن یزید کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں وفد کی صورت میں بھیجا۔ انہوں نے اپنے امیر کا موقف دہرایا۔ خون عثمان کا معاملہ پہلے طے ہونا چاہیے۔ اگر آپ اس پر قادر نہیں ہیں تو قاتلینِ عثمان کو ہمارے سپرد کر دیں اس کے بعد خلافت کے مسئلہ پر بحث ہو گی۔

تیسرا وفد بھی ناکام واپس آیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ باتیں سُنکر حمد وثنا کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر فرمایا اور اپنی قرابت اور سابق الاسلام ہونے کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں نے اب میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے لہذا معاویہؓ کو بھی بیعت کر لینی چاہیے لیکن یہ وفد بھی بے نیل ومرام واپس آگیا۔

اتنے میں محرم کا مہینہ گزر چکا تھا اور صفر کا مہینہ شروع ہوگیا۔ پورے ایک ہفتہ تک اِکے دُکے حملے ہوتے رہے اور کبھی کبھار سالارِ لشکر بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ میدانِ جنگ میں نبرد آزمائی کرتے رہے۔ جدال وقتال جاری رہا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اس لیے کہ طرفین با دل نخواستہ جنگ کر رہے تھے مزید برآں سب کی خواہش تھی کہ کسی طور صلح ہو جائے۔ صرف بلوائی اور سبائی اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کسی حالت میں بھی مفاہمت نہ ہونے پائے۔

۸ صفر ۳۷ھ کو گھمسان کی لڑائی ہوئی

آخر ۸ صفر ۳۷ھ کو فیصلہ کن جنگ کی صورت پیدا ہوگئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پورے لشکر کے ساتھ شامیوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ نے خیمہ میں بیٹھ کر موت پر بیعت لی۔ شامی بڑے زور و شور سے حملہ آور ہو رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کے میمنہ اور میسرہ کو کئی بار پسپا ہونا پڑا مالک اشتر نے بڑی جانبازی اور دلیری سے حملہ کو روکا اور منتشر فوج کو اکٹھا کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پیغام ان فوجیوں کو سنایا جو موت سے بھاگ رہے تھے کہ تم اس موت سے کہاں بھاگے جا رہے ہو جس کو تم حیات کے ذریعہ مجبور نہیں کر سکو گے؟ مالک اشتر نے ان کو غیرت دلا کر ابھارا اور جوش دلایا پھر مدافعت کے لیے مستعد کیا اور پورے جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کبھی میمنہ اور کبھی میسرہ اور کبھی قلب میں متواتر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اس پر جوش حملہ کو عبید اللہ بن عمر اور ذوالکلاع حمیری نے بڑی جانبازی سے روکا اور وہ دونوں میدانِ جنگ میں کام آئے۔

حضرت عمارؓ بن یاسر کا جرأت مندانہ قدم

آخر صبح سے شام تک بڑے زور وشور سے لڑائی ہوتی رہی۔ میمنہ اور میسرہ میں خوب حرکت تھی لیکن قلب میں حرکت پیدا نہیں ہوئی تھی کہ عمار بن یاسر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے اعلان کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس کو اپنے بال بچوں کی طرف لوٹنے کا خیال نہ ہو وہ میرے ساتھ آجائے۔ حضرت عمارؓ بن یاسر اور بہت سے فوجی مرنے مارنے پر مستعد ہو گئے۔ حملہ نہایت

Marfat.com

زور کا تھا اور اُس حملہ میں عمارؓ بن یاسر کام آئے تمام رات تلواریں چلتی رہیں اس رات کو لیلۃ الھریر بھی کہتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حملہ کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے اور مبارزت طلبی کی جس کا حضرت امیر معاویہؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ صبح ہوگئی لیکن جنگ بدستور ٹاکم ٹوک تھی اور باقاعدہ گھمسان ہوتی رہی۔ جنگ متواتر بتیس گھنٹے سے جاری تھی جس میں ستر ہزار سے زائد مسلمان دونوں طرف سے کام آچکے تھے۔ اتنے میں دوپہر ڈھل چکی تھی۔ اس وقت مالک اشتر نخعی نے چیدہ چیدہ بہادروں کو ساتھ لے کر ایک طرف سے شامی فوج پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ بھی منتخب سواروں کا دستہ تھا۔ ان دونوں نے نئے عزم کے ساتھ حملہ کیا۔ پہلے لڑائی ٹاکم ٹوک تھی مگر اس حملہ سے شامیوں کے لیے شکست کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ بہت سے شامی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ ویسے عراقیوں کے لیے بھی جائے مفر نہ تھی تاہم تیس بتیس گھنٹے متواتر لڑتے لڑتے دونوں فوجیں تھک چکی تھیں البتہ نئے سوار عزم کے ساتھ مالک اشتر اور حضرت علیؓ کے ہمرکاب تھے۔ جنگ نہایت شدت اختیار کر چکی تھی اور تمام کا تمام حملہ میمنہ اور میسرہ سے سمٹ کر قلب میں آچکا تھا۔ شامی فوج کا سارا زور مدافعت میں صرف ہو رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص کے مشورہ سے شامیوں کو حکم دیا کہ نیزوں پر قرآن پاک کو بلند کریں اور کہیں کہ آؤ ہم اس کو حکم مانیں اور پھر یہ آواز بھی کانوں میں سنائی دینے لگی کہ عراقیو! اگر تم نے شامیوں کو تہ تیغ کر لیا تو مغرب کے حملہ کو کون روکے گا؟ اور اسی طرح اے عراقیو! اگر تم ختم ہو گئے تو مشرق کے حملہ کو روکنے والے کون ہوں گے؟.....

لڑائی بند ہوگئی

لڑائی پورے زور پر تھی کہ یہ آوازیں کانوں میں آنے لگیں۔ ادھر نیزوں پر قرآن مجید کو بلند دیکھ کر عراقیوں نے جنگ بند کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ بند کرنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی مالک اشتر قلب سے واپس آنا چاہتا تھا کیونکہ تھکنے کے باوجود ان کو اپنی فتح آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی لیکن عراقیوں کے عام لشکریوں سے یہ فتح کے آثار اوجھل تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لڑائی پر بضد دیکھ کر بلوائیوں کے ایک گروہ نے انہیں مجبور کیا کہ جنگ بند کر دی جائے اور مالک اشتر کو واپس بلا لیا جائے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم آپ پر حملہ کر دیں گے...... چنانچہ مجبور ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود بھی جنگ سے دست کش ہو گئے اور مالک اشتر

Marfat.com

بھی بلوالیا وہ تو ہرگز واپس آنا نہیں چاہتا تھا تاہم لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور وہ بامرِ مجبوری جنگ بند کر کے واپس آگیا.....

فریقین کی تحکیم پر رضا مندی

اس کے بعد اشعث بن قیس نے آگے بڑھ کر عرض کی امیر المومنین نے جنگ تو بند کر دی ہے کیا میں معاویہؓ کے پاس جا کر ان سے دریافت نہ کر آؤں کہ انہوں نے قرآن مجید کو نیزوں پر کیوں بلند کیا تھا؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اجازت دے دی اشعث بن قیس حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گیا اور پوچھا کہ قرآن مجید نیزوں پر بلند کرنے کا کیا مقصد ہے؟...... حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ ہم اور تم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں۔ ایک شخص کو ہم منتخب کر لیں اور ایک شخص کو آپ چن لیں۔ ان دونوں سے حلف لیا جائے کہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ کریں گے۔ اس کے بعد ہر دو اشخاص جو بھی فیصلہ دیں وہ ہم دونوں کے لیے قابلِ قبول ہوگا۔

اشعث بن قیس نے آ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت میں حضرت امیر معاویہؓ کا نظریہ پیش کیا سبائی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس کھڑے تھے۔ کہنے لگے یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت علیؓ مجبوراً کہنے لگے کہ وہ امیر معاویہؓ کو پوچھ کر آئیں کہ وہ کس کو اپنی طرف سے حکم مقرر کرتے ہیں۔

حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ثالث مقرر ہوئے

حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمروؓ بن العاص کو حکم مقرر کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام پیش کیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے لشکریوں نے یہ نام ثالثی کے لیے پسند نہ کیا اس لیے کہ وہ آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی بجائے مالک اشتر کا نام تجویز کیا لیکن فوجیوں نے بیک آواز کہا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ مقتدر صحابی ہیں اور مالک اشتر کا یہ مقام نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ثالث مقرر ہوئے۔

۱۳ صفر ۳۷ھ میں عہد نامہ لکھا گیا

مندرجہ ذیل اقرار نامہ ۱۳ صفر ۳۷ھ میں لکھا گیا " یہ اقرار نامہ علیؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیان کے درمیان ہے۔ علیؓ بن ابی طالب نے اہلِ کوفہ اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک منصف یا ثالث مقرر کیا ہے اسی طرح معاویہؓ بن سفیان نے اہلِ شام اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک پنچ یا ثالث مقرر کیا ہے۔ ہم اس حکم کو قاضی قرار دے کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ حکم اللہ اور اللہ کی کتاب کے سوا دوسرے کو قریب آنے نہ دیں گے۔ ہم الحمد سے لے کر والناس تک تمام قرآن کو مانتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید جن کاموں کے کرنے کا حکم دے گا اس کی تعمیل کریں گے اور جن سے منع کریگا ان سے رک جائیں گے۔ دونوں پنچ جو مقرر ہوئے ہیں وہ ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ اور عمروؓ بن العاص ہیں یہ دونوں جو کتاب اللہ میں پائیں گے اس کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ اور غیر جامعہ مختلف فیہا پر عمل کریں گے "۔

اس کے بعد حکمین ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمروؓ بن العاص نے اقرار کیا کہ وہ خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق صحیح فیصلہ کریں گے اور امتِ مسلمہ کو مزید جنگ میں مبتلا نہ کریں گے۔

چھ ماہ کی مہلت حکمین کو دی گئی ہے کہ اس عرصہ میں جب چاہیں فریقین کو اطلاع دے کر اذرح (متصل دومۃ الجندل ایک مقام ہے جو کہ کوفہ اور دمشق سے برابر فاصلہ پر ہے) کے مقام پر آکر فیصلہ سنائیں۔ اور جب ثالث فیصلہ پڑھ کر سنانے کے لیے مقررہ مقام پر پہنچیں تو ہر ایک کے ہمراہ چار چار سو آدمی ہوں۔ یہ آٹھ سو آدمی تمام مسلمانوں کے قائم مقام سمجھے جائیں گے اور جو کچھ بھی فیصلہ ہوگا وہ ناطق ہوگا۔ بعد از فیصلہ ان حکمین کی جان و مال کی ہر طرح حفاظت کی جاتے گی۔ یہ عہد نامہ ۱۳ صفر ۳۷ھ میں لکھا گیا اس پر فریقین کی طرف سے متعدد ذمہ دار افراد کے دستخط ہوئے۔

عہد نامہ کے بعد فریقینؓ اپنے اپنے علاقہ جات کو واپس ہو گئے

اس طرح یہ تباہ کن جنگ جس میں ستر ہزار مسلمان کام آچکے تھے ختم ہوئی اور فریقین اپنے اپنے علاقہ جات کو واپس ہونے شروع ہو گئے۔ شامی لشکر پورے نظم و ضبط کے ساتھ واپس جا رہا تھا۔ کسی قسم کی کوئی بدنظمی ان میں نہ پائی جاتی تھی اس کے برعکس۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں مختلف قسم کے

Marfat.com

ت پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

واپسی پر حضرت علیؓ کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی

ایک گروہ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے انسانوں کو حکم مقرر کرنا کیوں منظور کیا ہے؟ یہ بہت
، جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے اور اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ ان کا نعرہ" اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ"
(حکم صرف اللہ ہی کا ہے)
بعض کا نظریہ تھا کہ چونکہ امیر معاویہؓ غلطی پر تھے اس لیے ان سے جنگ بندی کا سوال ہی پیدا نہیں
۔ ان کا دعویٰ تھا کہ حضرت علیؓ نے انسانوں کو حکم تسلیم کر کے اسلام کے دائرے سے اپنے آپ
باہر کر لیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ان کو سمجھاتے کہ تم ہی لوگوں نے قرآن پاک کو نیزوں پر بلند دیکھ کر مجھے
نے سے باز رکھا تھا، اب یہ کہہ رہے ہو کہ لڑائی جاری رکھنا چاہیے تھی۔ جنگ بندی کے لیے
بری اقرار نامہ لکھا جا چکا ہے اب کس طور شامیوں سے فیصلہ تحکیم سے پہلے جنگ شروع کی جا سکتی ہے؟
... یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے لیے دردِ سر بن گئے۔ ان کے سرکردہ عبداللہ بن وہب، عبداللہ
لکوا اور شبیث بن ربعی تھے جو اس معاہدہ کے لکھے جانے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو مجبور کر رہے
کہ اسی وقت شامیوں پر حملہ کر دینا چاہیے اور بزورِ شمشیر ان کو راہ راست پر لانا چاہیے۔

کوفہ پہنچنے تک حضرت علیؓ کے لشکر میں انتشار

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ان کو بار بار سمجھایا کہ آخر تم ہی لوگوں کے کہنے پر میں نے جنگ بند کی
ی اب عہد کر چکنے کے بعد اور اقرار نامہ تحریر ہونے کے بعد میں اس عہد نامہ کو کیونکر توڑ سکتا ہوں؟ تحکیم
فیصلہ ہو جانے دو۔ اگر حکمین نے کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ دیا تو تسلیم کر لیا جائے گا ورنہ اس
عہد نامہ کو منسوخ سمجھا جائیگا اور جنگ جاری کر دی جائے گی۔ کم از کم تحکیم کے فیصلہ تک آپ اطمینان
سے بیٹھے رہیں۔ یہی گروہ آگے چل کر خوارج کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔
اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جو کہہ رہے تھے کہ وہ
(حضرت علیؓ) معصوم عن الخطا ہیں ان کا ہر حکم قابلِ تسلیم ہے۔ یہ گروہ "شیعانِ علیؓ" کہلاتا تھا۔
اس کے بین بین کچھ اور لوگ بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ تحکیم کا فیصلہ تو سن لینا چاہیے۔ انہی لوگوں

میں بعض حکمین کی ذات پر ہر قسم کے اعتراضات کر رہے تھے اور بعض ان کی دیانت پر اعتماد کر رہے تھے۔

بہر حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں ذہنی اور قلبی انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ کوفہ واپس جاتے ہوئے ان میں متعدد بار ہا نفا یائی، جنگ وجدال اور گالی گلوچ تک نوبت آئی ویسے تو تکرار کا سلسلہ تو خیال لوگوں میں ہر گام اور ہر منزل پر چلتا رہا۔ اگر ایک شخص کی رائے کسی کے بارے میں نیک ہے تو دوسرا فوراً ان کی رائے کو وقعت نہ دیتے ہوئے اس کے خلاف باتیں شروع کر دیتا۔ بیچ بچاؤ کے باوجود تلخ کلامی اور دشنام طرازی تک نوبت پہنچ جاتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کو سمجھاتے لیکن معاملہ تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ ان کو خود بھی تحکیم قبول کرنے میں تردد تھا خصوصاً جبکہ تلوار ان کے حق میں فیصلہ نکلنے والی تھی اور ان کو اپنی فتح سامنے نظر آ رہی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اپنے ساتھیوں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ لڑائی سے دست کشی اختیار کریں ورنہ وہ ان پر حملہ آور ہو جائیں گے اور وہی سلوک روا رکھیں گے جو حضرت عثمان غنیؓ سے انہوں نے کیا ہے۔

خوارج کا گروہ پیدا ہو گیا

مالک اشتر نخعی تو کسی قیمت پر جنگ بند کر کے آنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ قلب میں اپنی تلوار کے جوہر دکھا رہا تھا اس کو واپس بلانے کے لیے حضرت علیؓ کو مجبور کیا وگرنہ وہ مالک اشتر کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ مجبور ہو گئے۔ لڑائی بند ہو گئی۔ اقرار نامہ لکھا گیا۔ اب شامی لشکر دمشق روانہ ہو چکا تھا۔

جائے حیرت ہے کہ جنگ بند کروانے کے لیے یہ لوگ پیش پیش تھے اور اب عہد نامہ تحریر ہو چکنے کے بعد یہی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مجبور کر رہے تھے کہ لڑائی کو جاری رکھیں اور وہ اپنے موقف پر اتنے اڑے ہوئے تھے کہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ چاروں طرف سے مصائب میں الجھے ہوئے تھے۔ شامیوں کا مستقل خطرہ، سبائی اور بلوائی ٹولے کا الگ خطرہ اور ان سب سے زیادہ مصیبت ان لوگوں کی تھی جو حضرت علیؓ کے حق بجانب سمجھتے ہوئے بار بار ہر معاملہ کی تشفی حضرت علیؓ سے چاہتے تھے اور وہ انہیں اپنی پوزیشن سمجھاتے سمجھاتے تنگ آ چکے تھے۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوگونہ نہیں بلکہ سہ گونا اور چہار گونہ مصائب میں پھنسے ہوئے تھے۔

Marfat.com

حروراء کے مقام پر خوارج حضرت علیؓ کی فوج سے علیحدہ ہو گئے

یہ اختلاف بصرہ اور کوفہ پہنچنے تک قائم رہا بلکہ خوارج نے حضرت علیؓ کے لشکر سے علیحدہ ہو کر ان کے خلاف نیا محاذ قائم کر لیا۔ واپسی میں جھگڑتے اور جنگ و جدال کرتے جا رہے تھے کہ آخر کوفہ کے قریب "حروراء" کے مقام پر بارہ ہزار خوارج "اِن الحُکم اِلا للہ" کہتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر سے جدا ہو گئے اور عبداللہ بن الکواء کو اپنی نمازوں میں پیش امام بنا لیا اور شیث بن ربعی کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا اور "حروراء" کے مقام پر انہوں نے اپنے تمام حالات کو درست کر کے اعلان کر دیا۔

"بیعت صرف خدائے تعالیٰ کی ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نیک کاموں کے لیے حکم دینا، بُرے کاموں سے منع کرنا ہمارا فرض ہے کوئی امیر اور کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ فتح ہونے کے بعد تمام کام مسلمانوں کے مشوروں اور کثرت رائے سے سرانجام ہوا کریں گے۔ معاویہؓ اور علیؓ یکساں خطا کار ہیں۔"

اس اعلان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کوفہ پہنچ کر جنگ صفین میں مقتول ہونے والوں کے ورثاء سے ہمدردی کی اور پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خوارج کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائیں۔

خوارج کے سردار کو اصفہان کا گورنر بنا دیا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان خوارج سے بحث ہی کر رہے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فکر لاحق ہوئی کہ خوارج کی اتنی بڑی تعداد عقیدہ کے تحت سواد اعظم سے کٹ رہی ہے اس لیے آپ خود زید بن قیس کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ زید بن قیس ایک بااثر سردار تھا اس کو خوارج بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر اثر ڈالا اور اس کو اسی وقت اصفہان اور رے کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اس طرح خوارج کی طاقت قدرے کم ہو گئی۔

اس کے بعد آپ عبداللہ بن الکواء سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن اب بیعت سے اپنے آپ کو خارج کیوں کر رہے ہو؟

عبداللہ بن الکواء نے جواب دیا ..... آپ نے تحکیم کو کیوں قبول کیا تھا؟

حضرت علی کی خوارج سے مصالحانہ گفتگو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں تو جنگ کو بند کرنا نہیں چاہتا تھا آپ لوگوں نے ہی مجبور کر کے میدان جنگ سے بلالیا تھا اور مجھ سے جنگ بندی کا اعلان کروایا تھا اور آپ تحکیم پر راضی ہو گئے تھے اور اب آپ ہی تحکیم کے مسئلہ میں مجھے موردِ الزام ٹھہراتے ہیں؟ اب چھ ماہ انتظار کریں اگر ان ثالثوں کا فیصلہ قرآن مجید کے مطابق ہوا تو بہتر ورنہ جنگ چھیڑ دی جائے گی

عبداللہ بن الکواء نے کہا...... جب تحکیم کا معاملہ ہی غلط ہے تو مہلت دینے کا کیا اسی وقت ان سے جنگ چھیڑ دی جائے .... باغیوں کو قتل کر دینا چاہیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا...... اب عہد نامہ ہو چکا ہے اس کو منسوخ نہیں کیا فیصلہ تک انتظار کرو۔ پھر حالات کا جائزہ از سر نو کر لیا جائے گا۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ سب چلیں۔ کچھ مدت سستا لیں۔ آپ کی سواری کے جانور بھی دُبلے ہو چکے ہیں وہ کھا پی کر موٹے ہو جائیں گے پھر دشمن سے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔

ایسے مہربانی کے الفاظ کو سُن کر وہ کوفہ جانے کی بجائے بصرہ جانے کے لیے رضامند ہو گئے ان میں سے کچھ لوگ فیصلہ کے انتظار میں وقت گزارنے لگے۔

عبداللہ بن الکواء اور اس کی پارٹی بصرہ میں اقامت گزیں ہونے کے لیے رضامند ہو چکی تھی لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ پہنچے تو حرقوص بن زہیر ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ نے معاملہ کو ثالثوں کے سپرد کر کے بہت غلطی کی ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ثالثی کے فیصلہ کو ایک طرف چھوڑ کر آپ دشمنوں پر حملہ کر دیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ فیصلہ کا انتظار کرنا ضروری ہے کیونکہ اس بارے میں عہد کیا جا چکا اور اب عہد کو توڑا نہیں جا سکتا.....

حرقوص بن زہیر اب خوارج کا سردار بن گیا ہے

حرقوص بن زہیر وہی ہے جو بلوائیوں کا سردار تھا اور قتلِ عثمان میں پیش پیش تھا اور اب یہی شخص خوارج کا سردار بنا ہوا ہے اور خوارج کی ایک بہت بڑی جمعیت اس کے ساتھ ہے بہر حال یہ فتنہ پرور لوگ تھے جو حضرت علیؓ کے لیے ہمیشہ دردِ سر بنتے رہے۔

Marfat.com

ادھر شامی فوج نہایت سکون واطمینان سے واپس دمشق پہنچ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مکمل طور پر ایک ڈسپلن کا مظاہرہ پیش کر رہے ہیں اور اپنے امیر کے حکم کو بخوشی قبول کر رہے ہیں۔

اذرح پر فریقین فیصلہ سننے کے لیے جمع ہو گئے

اب چھ ماہ کی مہلت ختم ہونے کو آئی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عہد نامہ کے مطابق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور شریح بن ہانی کو چار سو آدمیوں پر افسر مقرر کر کے اذرح کی طرف روانہ کیا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ نے بھی چار سو آدمیوں کو حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مذکورہ مقام پر بھیجا تاکہ ثالثوں کا فیصلہ سنا جا سکے

جلیل القدر صحابہؓ بھی فیصلہ سننے کے لیے آ گئے

اس اہم تاریخی فیصلہ کو سننے کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ وغیرہ جلیل القدر صحابہ بھی اذرح پہنچ گئے تھے اور وہ ثالثوں کی عدالت وخلوت کی مجالس میں حسب ضرورت شامل ہوتے رہے۔

اسی دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطوط حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو آتے اور حضرت امیر معاویہؓ کے خطوط حضرت عمروؓ بن العاص کے نام پہنچتے۔

حضرت علیؓ کے آدمیوں میں نظم وضبط کا فقدان

نظم وضبط کا حال بھی عجیب دیکھنے میں آتا ہے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خط حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام پہنچتا تو تمام لوگ اس خط کو پڑھنے کے لیے حضرت ابن عباسؓ کے گرد جمع ہو جاتے کہ دیکھیں اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا لکھا ہے۔ اگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس خط کو چھپاتے تاکہ معاملہ راز میں رہ جائے تو وہ لوگ حضرت ابن عباسؓ کو بہت زیادہ پریشان کرتے اور اگر وہ کبھی کبھار ان کو ڈانٹتے تو یہ لوگ کبیدہ خاطر ہوتے کہ ہم سے باتیں کیوں چھپائی جاتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کے آدمی ڈسپلن میں رہے

اس کے برعکس جب حضرت امیر معاویہؓ کے خطوط حضرت عمروؓ بن العاص کے پاس پہنچتے تو کوئی شامی

یہ پوچھنے کی کوشش نہ کرتا کہ اس خط میں کیا مضمون ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آدمیوں میں ا[illegible] نظم و ضبط کا فقدان تھا۔

اب رہا حکمین نے کیا فیصلہ دیا؟ ....اس بارے میں مورخین کی رائے میں بہت زیاد[illegible] پایا جاتا ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ جب ہر دو ثالث اکٹھے ہوئے تو انہوں نے پہلے تو اس جانی اور مالی قومی اور ملی ضیاع پر بے انتہا افسوس کیا پھر ہر دو حضرات نے خواہش ظاہر کی اب کوئی ایسی کوشش چاہیے کہ مسلمان ازسر نو گھے مل جائیں .....

حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا کہ وہ باتیں جن پر ہم متفق ہو جائیں وہ تحریر میں آنی چاہیے چنانچہ ایک کاتب کو بلایا گیا۔

حکمین کی ابتدائی کارروائی

اب ہر دو حضرات لکھوانے لگے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ فیصلہ ہے جس پر ہم دونوں متفق ہوئے ہیں۔ ہم دونوں اقرار کر[illegible] ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، خدا نے انہیں دینِ حق د[illegible] بھیجا ہے تاکہ اس کی حقانیت کے سبب اسے تمام ادیان پر غالب کر دیں، اگرچہ مشرکین کو یہ با[illegible] ناگوار ہی کیوں نہ معلوم ہو۔

حضرت عمروؓ بن العاص ——— ہم دونوں اقرار کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ [illegible] کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے اور انہوں نے تاحینِ حیات کتاب و سنت کی متابعت میں [illegible] بنفس سرانجام دیئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ . ——— کاتب سے ہاں لکھو "درست ہے"۔

حضرت عمروؓ بن العاص ——— ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ [illegible] تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرز پر خلافت چلائی ......

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ——— یہ بھی درست ہے لکھو۔

حضرت عمروؓ بن العاص . ——— ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثما[illegible] مسلمانوں کے اتفاق اور صحابہؓ کے مشورہ سے اور ان کی رضامندی سے خلیفہ منتخب ہوئے۔ د[illegible]

Marfat.com

پکے مسلمان تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— یہ مسئلہ اس وقت زیر بحث نہیں ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— تو کیا حضرت عثمان غنیؓ سچے پکے مسلمان نہیں تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— اچھا لکھو۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— وہ قتل ہوئے اب ان کو ظالم ہونے کی حیثیت سے قتل کیا یا مظلوم ہونے کی حیثیت سے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— انہیں مظلوم ہونے کی حیثیت سے قتل کیا ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— جو مظلوم قتل ہوا ہو اللہ تعالیٰ نے اس کے ولی کو قصاص طلب کرنے کا حق دیا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— ہاں دیا ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ہی حضرت عثمان غنیؓ کے ولی اقرب ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— یہ بھی درست ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— اس صورت میں امیر معاویہؓ کو حق پہنچتا ہے کہ قاتلین عثمان سے قصاص کا مطالبہ کریں خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو اس کام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— یہ بھی درست ہے۔

یہ تمام باتیں لکھوالی گئیں اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے دکھے ہوئے دل سے فرمایا کہ یہ نزاع امت مسلمہ کے لیے مصیبت بنی ہوئی ہے۔ ایسی تجویز سوچی جائے کہ جس میں ملتِ اسلامیہ کی بہتری اور بہبودی ہو۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— ایسی کونسی تدبیر ہو سکتی ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— عراق والے حضرت امیر معاویہؓ کو ہرگز پسند نہ کریں گے اسی طرح شام والے حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم نہ کریں گے لہٰذا دونوں کو ان کے موقف سے ہٹا کر عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا جائے۔ بڑے باپ کا بڑا بیٹا۔۔۔۔۔۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس بات کو پسند کر لیں گے؟

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— امید ہے کہ اگر تمام مسلمان ان سے درخواست کریں۔

اس کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا کہ میرے بیٹے کو کیوں نہیں منتخب کر لیتے کہ جس کی قابلیت، تقویٰ اور صلاحیت سے تمام لوگ واقف ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— ٹھیک ہے لیکن آپ نے اس کو اس لڑائی میں شریک کر کے اسے داغدار بنا دیا ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص ———— حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو کیوں نہ منتخب کر لیا جائے

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ———— وہ موزوں نہیں ہیں۔

اس کے بعد بہت سے بزرگوں کے نام لیے گئے لیکن ابوموسیٰ اشعریؓ انکار ہی کرتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سوا کسی اور پر انہوں نے رضامندی ظاہر نہ کی۔ یہاں آکر گفتگو ختم ہو گئی اور جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس پر دونوں ثالثوں کے دستخط ہو گئے۔

مسعودی کی رائے کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ ہر دو کی معزولی کے بارے میں دونوں ثالث متفق ہیں لیکن ان کے سوا اور کس کو منتخب کیا جائے اس بارے میں اتفاق نہ ہو سکا۔

(تاریخ ملت جلد ۲ صہ ۲۱۲)

مسعودی کا یہ بیان بھی درست ہے کہ فیصلہ زبانی نہیں ہوا بلکہ تحریری ہوا ہے اور نہ ہی زبانی فیصلہ سنا گیا ہے بلکہ جو فیصلہ ہے وہ پڑھ کر سنایا گیا ہے اور حکمین کے اس فیصلہ پر کسی قسم کا کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا

مورخین کے قول کے مطابق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا اعلان

مؤرخین نے فیصلہ تحکیم کے بارے میں جو نقشہ پیش کیا ہے وہ مضحکہ خیز ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص نے پہلے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو فیصلہ سنانے کے لیے منبر پر کھڑا کیا۔ انہوں نے فیصلہ پڑھ کر سنانے کی بجائے زبانی اعلان کیا ہے۔

"اما بعد! لوگو ہم نے اس فیصلہ پر بہت غور کیا۔ امت کی فلاح و بہبود کے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے مسلمان جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیویں۔ اس لیے میں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کرتا ہوں اور امت کو اختیار دیتا ہوں کہ جس کو مناسب سمجھیں اسے اپنا امیر بنا لیں۔"

very good book
M. Ayan Ali 03084346925

حضرت عمرؓو بن العاص کا اعلان

اس کے بعد عمرؓو بن العاص منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا :۔

اما بعد ! حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا فیصلہ آپ نے سُن لیا ۔جہاں تک حضرت علیؓ کی معزولی کا تعلق ہے مجھے حضرت ابو موسیٰؓ کی رائے سے اتفاق ہے لیکن میں امیر معاویہؓ کو اس کے منصب پر قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ خلیفہ مقتول کے ولی اور ان کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں"۔

حضرت عمرؓو بن العاص کے اس اعلان کو سن کر لوگوں میں تصادم ہوگیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرؓو بن العاص کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی اور شریح بن ہانی نے عمرؓو بن العاص پر تلوار سے حملہ کیا جس کو انہوں نے روک لیا اور جوابی حملہ شریح بن ہانی پر کیا ۔ لوگوں کے بیچ بچاؤ کرنے سے معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا۔

مسعودی کی روایت موافق یہ فیصلہ زبانی نہیں سنایا گیا کیونکہ تحکیم کی شرائط لکھتے وقت اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ جو کچھ ہوگا وہ تحریری ہوگا زبانی نہیں ہوگا۔

جس طرح جنگ صفین غلط فہمی اور خطائی الاجتہاد کی وجہ سے رونما ہوئی ہے اور اس جنگ نے تقریباً اسی ہزار مسلمانوں کو خاک وخون میں تڑپا کر ابدی نیند سُلا دیا ہے اسی طرح تحکیم کا فیصلہ روایت و درایت کی عدم تطابقت کی وجہ سے ابہام کی صورت اختیار کر گیا ہے کیونکہ تحکیم کی شرائط لکھتے وقت ہر دو حکمین کو پابند کیا گیا تھا کہ جو کچھ بھی کارروائی اور فیصلہ ہوگا وہ تحریری ہوگا چنانچہ وہ کاتب سے تحریر بھی کرواتے رہے ہیں۔

اور اب مورخین نے جو متاسف اذرح" میں ان ہر دو حکمین کے فیصلہ کا اعلان دنیائے اسلام کے کانوں تک پہنچایا ہے وہ تحریری نہیں بلکہ زبانی بتایا جاتا ہے اور اس زبانی اعلان کو بھی باور کرنے میں ہزارہا دقتیں اور دشواریاں پیش آئی ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کرتے ہیں ان کے بعد جس وقت حضرت عمرؓو بن العاص منبر پر بیٹھتے ہیں تو یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مجھ سے پہلے اپنے دوست حضرت علیؓ کو معزول کر چکے ہیں جس کی میں تائید کرتا ہوں کہ میں بھی حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں لیکن امیر معاویہؓ کو معزول نہیں کرتا بلکہ ان کو بحال رکھتا ہوں اس لیے کہ وہ خون عثمان کے دعویدار ہیں۔

مؤرخین کے قول کے مطابق حکمین کے اس متضاد اعلان کے بعد بے انتہا ہنگامہ آرائی ہوئی

Marfat.com

تلواروں کے وار بھی ایک دوسرے پر ہوئے، دشنام طرازی اور تلخ کلامی بھی ہوئی یہ تو بیچ بچاؤ ہو گیا ورنہ ایک دوسرا صفین کا معرکہ اذرح میں رونما ہو جاتا۔

اب ان مورخین کی باتوں کا تجزیہ کیجئے تو مندرجہ ذیل امور زیر بحث آئیں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ایک سادہ لوح بزرگ ہیں جو عمرؓو بن العاص سے دھوکہ کھا گئے ہیں۔ اس کے برعکس رضاکم بدہن! حضرت عمرؓو بن العاص فریب اور دھوکہ دہی میں بہت بڑے شاطر ہیں۔ اللھم اعاذنا من ہذہ الخرافات۔

صحابہ کرامؓ کی پوزیشن کو داغدار کرنے کے لیے غلط روایت کا پلندا تیار کیا جاتا ہے

دونوں امور ذیل غور طلب ہیں کہ ہر دو حکم جلیل القدر اور معتدر صحابہ ہیں اور "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے مصداق ہیں۔ پھر دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہونے کے علاوہ غزوات میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں فتنہ ارتداد کے استیصال میں نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ عراق اور شام کی جنگوں میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ حضرت عمرؓو بن العاص نے ملک مصر فتح کیا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے وہاں کی گورنری ان کے سپرد کر دی اور وہ دیر تک وہاں کے گورنر رہے ہیں۔ عہد فاروقی میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کوفہ کے گورنر رہے بعد میں عہد عثمانیؓ میں ایک آدھ بار ملکی تقاضوں کے تحت وہاں سے ہٹائے ضرور گئے لیکن کوفہ کے لوگوں نے آخر حضرت عثمان غنیؓ کو مجبور کیا کہ وہ ابوموسیٰ اشعریؓ ہی کو کوفہ کا گورنر بنائیں۔ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مقرر کردہ گورنر عمارہ بن شہاب کی بجائے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ہی اپنا گورنر پسند کیا اور وہ جنگ جمل میں بھی غیر جانبدار رہے...... اس لیے کہنا پڑتا ہے ایسی باتیں بڑی عیاری کے ساتھ کتابوں میں درج کر دی گئیں ہیں۔

عقل باور نہیں کرتی کہ وہ حضرات جو پاکباز، متقی، پرہیزگار اور شمشیر زن ہونے کے علاوہ جلیل القدر صحابی بھی ہوں اور پھر صوبہ کی گورنری ایسے عہدوں پر مدتوں فائز بھی رہے ہوں وہ ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دینے میں ذرا تامل نہ کریں۔ پھر کمال یہ ہے کہ ان کی دھوکہ دہی اور فریب خوردگی اپنی ذات کے لیے نہ ہو بلکہ اپنے سے غیر کے لیے ہو اور اس وقت ہو جب کہ ملت اسلامیہ کی کشتی ڈانواڈول ہو رہی ہو۔ جنگ صفین میں ایک لاکھ کے قریب مسلمان ابدی نیند سو بھی چکے ہوں ...... اب مسلمان زعماء پر، دو بزرگوں

کو ثالث مقرر کر کے متوقع ہوں کہ یہ حکمین ملتِ اسلامیہ کی بہتری کر دکھائیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسے نازک ترین موقعہ پر ان ہر دو بزرگوں کے متعلق ایک دوسرے کو دھوکہ دینے اور دھوکہ کھانے کے بیانات کیا اس بات کی غمازی نہیں کر رہے ہیں کہ یہ غیر مسلموں کے درآمد شدہ خیالات ہیں جو کہ بڑی عیاری سے مورخین کے تاریخی اوراق میں پیوند کر دیئے گئے ہیں ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ طبقات ابن سعد ایسی اہم اور ضخیم کتاب دو سو سال تک دنیا سے ناپید ہو جائے پھر چند مستشرقین کے طفیل دوبارہ معرضِ وجود میں آجائے ۔ فافہم

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

مورخین کی باتوں کو قبول کرنے کا معیار

اندریں حالات وہ تاریخی واقعات جو روایت اور درایت کے معیار پر پورے اترتے ہوں اور ماخذ حقیقی (کتاب وسنت) سے نہ ٹکراتے ہوں ان کو قبول کر لیا جائے گا ورنہ ان کو رد کر دیا جائیگا ۔ صحابہؓ کی پاکبازی دیانت ، صداقت اور تقویٰ کے تحت اللہ تعالیٰ نے انہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ فرمایا ہے بنا بریں فیصلہ تحکیم کے متعلق مورخین کے ہر رطب و یابس کو قبول نہیں کیا جائیگا بلکہ واقعات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر ضرور پرکھا جائیگا ۔

جنگ صفین کی بے انتہا خونریزی کے بعد معاملہ حکمین کے سپرد کر دیا گیا کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کریں ۔

حضرت علیؓ کا موقف

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا موقف ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور تمام ممالک محروسہ میں سوائے ملک شام کے انہیں امیر المومنین تسلیم کر لیا ہے اب امیر معاویہؓ کو بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیے تاکہ مسلمانوں میں کوئی افتراق و انتشار باقی نہ رہے ۔ امیر معاویہؓ کے بیعت کر لینے کے بعد بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ قاتلین عثمان سے قصاص لیں گے ۔ لیکن امیر معاویہؓ کا بیعت کرنا مقدم ہے ۔

حضرت امیر معاویہؓ کا موقف ہے کہ قاتلین عثمان سے پہلے قصاص لیا جائے اس کے بعد بیعت کی جائے گی ۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قصاص لینے میں تاخیر ہو رہی ہے اس لیے کربلوائی اور قاتلین عثمان حضرت علیؓ

کے لشکر میں شامل ہیں۔ اگر حضرت علیؓ خود قصاص نہیں لے سکتے تو ان قاتلین عثمانؓ کو ہمارے سپرد کر دیں ہم ان سے قصاص لے لیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا موقف

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے موقف میں خلافت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خونِ عثمان کے قصاص کا دعویٰ بطور ولی اقرب کیا ہے۔

ہر دو بزرگوں کے دو جداگانہ موقف ہیں انہیں موقف کو پیش نظر رکھ کر حکمین نے فیصلہ دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے موقف سے دستبردار ہو جائیں حضرت علیؓ "بیعت معاویہؓ کو سب باتوں سے مقدم رکھنے کے موقف سے دست کش ہو جاویں اور حضرت امیر معاویہؓ خونِ عثمان کے قصاص لینے کے موقف سے دستبردار ہو جاویں۔ باقی معاملہ کو حکمین نے مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے علاوہ ثالث کسی ایک شخص پر بھی متفق نہ ہو سکے جس کا نام بطور امیر المومنین پیش کر کے سفارش کر سکیں۔ صرف ایک نام حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا آیا جس پر دونوں کو اتفاق ہو گیا لیکن سفارش کرنے سے اس لیے رُک گئے ہیں کہ شاید وہ امیر المومنین بننا پسند نہ کریں کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ نے چھ رکنی کمیٹی میں اپنے بیٹے (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو صرف صلاح مشورہ کی غرض سے شامل کیا تھا۔ ان کے خلیفہ بنانے کے بارے میں فدغن کر دی تھی کہ وہ خلیفہ ہرگز نہیں ہوں گے۔ البتہ وہ رائے دے سکتے ہیں اور ان کی رائے بھی اس طرف ہوگی جس طرف حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہوں گے۔

بنا بریں حکمین نے ہر دو بزرگوں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت امیر معاویہؓ کو ان کے اپنے اپنے موقف سے معزول کیا ہے، خلافت سے معزول نہیں کیا۔

مؤرخین نے جو کچھ اس معاملہ میں کہا ہے اس میں بہت سی الجھنیں پائی جاتی ہیں۔ بقول مسعودی فیصلہ تحریر شدہ پڑھ سنایا ہے کیونکہ ابتدائی کارروائی میں یہ وضاحت کر دی گئی تھی کہ جو کچھ بھی فیصلہ ہوگا وہ تحریری ہوگا۔

فیصلہ تحکیم کے بارے میں الجھنیں مورخین کے قول کے مطابق

- دیگر مورخین کے قول کے مطابق ثالث اپنا فیصلہ زبانی سنا رہے ہیں۔
- پھر کمال یہ ہے کہ فیصلہ زبانی سنانے کے لیے حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

کو اپنی ذات پر مقدم کرتے ہیں تاکہ بعد میں اپنا مدعا پیش کر سکیں

- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہر دو کو معزول کرتے ہیں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو۔
- حضرت عمرو بن العاص صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معزول کرتے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو ان کی جگہ پر بحال رکھتے ہیں۔
- حکمین پہلے متضاد بیانات دیتے ہیں بعد میں وہ دشنام طرازی پر اتر آتے ہیں۔ پھر ہر دو ثالث آپس میں الجھ جاتے ہیں۔ بیچ بچاؤ کی وجہ سے معاملہ رفع دفع ہو جاتا ہے ورنہ اذرح "کا مقام صفین کی طرح سے ایک دوسرا محاذ جنگ بن جاتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام خیالات درآمد شدہ ہیں جن کو مورخین نے بغیر چھان پھٹک کے جُوں کا توں تاریخی اوراق میں درج کر لیا ہے۔

فیصلہ تحکیم سننے کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص اور ان کے ساتھی نہایت سکون و اطمینان سے دمشق چلے جاتے ہیں اور ان کے نظم و ضبط میں کسی طرح کی کوئی کمزوری نہیں پائی جاتی۔ لیکن اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور شریح بن ہانی جب ان چار سو عراقیوں کو واپس کوفہ لے جا رہے ہیں تو قدم قدم پر لڑائی جھگڑا ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی عبداللہ بن الکواء اور شیث بن ربعی کے ساتھی اور ان کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں اور راستے میں ہی ایک الگ محاذ کھڑا کر لیتے ہیں۔

کوفہ پہنچ کر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فیصلہ تحکیم سنایا گیا تو وہ برافروختہ ہو گئے اور اس فیصلہ کو رد ثابت کیا۔ انہوں نے اسی وقت ملکِ شام پر حملہ کی دعوت دی لیکن یہ دعوت بے سود ثابت ہوئی ان حالات کے ساتھ ایک لشکر ملک شام پر حملہ کی خاطر تیار کیا۔

خوارج حضرت علیؓ سے الجھ گئے

اسی دوران دو خارجی سردار حرقوس بن زہیر اور زرعہ بن البرج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ہم نے آپ کو صحیح مشورہ دیا تھا کہ تحکیم کے معاملہ کو جانے دیں اور ملکِ شام پر فوج کشی کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن آپ نے ہمارے مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ اب آپ وہی عمل کر رہے ہیں جس کے بارے میں ہم نے آپ کو کہا تھا۔ ہم آپ کا ساتھ اس وقت دیں گے۔ جب آپ اپنی غلطی اور گناہ کا اقرار کر کے اس سے توبہ کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں تو جنگ کے دوران شامیوں کی تحکیم کی بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا

Marfat.com

اور جنگ کو جاری رکھے ہوئے تھا، آپ لوگوں نے مجھ سے جنگ بند کروائی ہے اب آپ مجھے تحکیم کے سلسلہ میں ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔

خارجی سرداروں نے کہا کہ ہم نے غلطی کی ہے اور گناہ کیا ہے اب توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں آپ نے بھی گناہ کیا لہٰذا توبہ کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب میں نے غلطی ہی نہیں کی اب توبہ کس بارے میں کروں؟

یہ سن کر دونوں خارجی سردار "اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ" کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے ٹھکانے کو چل دیئے۔

خارجی لوگ حضرت علیؓ کے لیے خطرہ کی صورت بن گئے

اگلے روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کی مسجد میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک کونے سے آواز آئی "اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ" آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کلمہ حق سے باطل کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر خطبہ شروع کیا تو پھر آواز آئی "اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ" اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ زیادتی کرتے ہو جب ہمارے ساتھ ہو کر لڑتے تھے تو ہم نے تمہیں مال غنیمت سے برابر کا حصہ دیا۔

ہم تمہارے ساتھ نہیں لڑیں گے جب تک تم نہ لڑو اور آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ کرتا ہے؟ یہ کہہ کر آپ مسجد سے نکل آئے اور گھر تشریف لے گئے خوارج بھی مسجد سے نکل آئے اور عبداللہ بن وہب کے مکان پر جمع ہو گئے۔

پچیس ہزار خارجی جمع ہو گئے

انہوں نے مشورہ کیا کہ کوفہ اور بصرہ سے نکل کر ایک پہاڑی پر قیام کریں اور الگ حکومت قائم کریں عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ اس کے بعد ان سب کا مشورہ ہوا کہ مدائن کی طرف رخ کیا جائے وہ شہر آسانی سے ہمارے قبضہ میں آجائے گا وہاں بیٹھ کر ہم خدا کے احکام جاری کر سکتے ہیں پھر وہاں سے اپنے لوگوں کو بلالیں گے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس بات کا ... کیا کہ مدائن ... سے پہلے ہمیں نہروان کے مقام پر ڈیرہ لگانا چاہیے وہاں پہنچنے کے لیے اکٹھے نہ جانا چاہیے بلکہ دو دو، چار چار کی ٹولی میں نہروان کے مقام پر جمع ہو جانا چاہیے، آہستہ آہستہ یہ جماعت پچیس ہزار تک پہنچ گئی اور انہوں نے ان لوگوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا جو حضرت علی کرم اللہ

ق پر سمجھتے تھے۔

ملکِ شام پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے نزدیک ملکِ شام کا مسئلہ اہم تھا۔ وہ اس کو اس صورت میں نپٹانا
ند فرماتے تھے کہ امیر معاویہؓ پر حملہ کیا جائے۔ خوارج کے فتنہ کو وہ مؤخر رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو لکھا کہ بصرہ کے لوگوں کو شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دی جائے۔ بصرہ میں
وقت ساٹھ ہزار مسلح آدمی موجود تھے لیکن بمشکل تمام تین ہزار فوجی شام پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار
ئے۔ اسی طرح کوفہ والوں کو ملکِ شام پر حملہ آور ہونے کے لیے دعوت دی گئی اور بڑی مشکل سے
س ہزار فوجی حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن وہب کے
نہروان میں ایک خط بھیجا کہ تم ملکِ شام پر حملہ کرنے کے لیے ہمیں مجبور کر رہے تھے اب ہم
کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں آپ بھی اس لشکر میں شرکت کر لیں جو شام پر حملہ آور ہونے
لیے تیار ہو چکا ہے۔

عبداللہ بن وہب نے مشورہ کر کے لکھا :-

"تم نے حکمین کا تقرر خدا اور رسول کے خلاف کیا تھا اور اب اہل شام سے لڑائی کا ارادہ
کر رہے ہو تو یہ اپنے نفس کی خواہش سے کر رہے ہو، اگر تم اپنے (خاکم بدہن) کافر
ہونے کا اقرار کرنے کے بعد توبہ کرو تو ہم تمہاری امداد کو تیار ہیں ورنہ تم سے لڑنے کو
آمادہ ہیں۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یہ الفاظ پڑھ کر مایوس ہو گئے تاہم کوشش جاری رکھی کہ وہ راہِ راست پر
ئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم ہی نے حکمین کی تجویز پر مجھے رضامند کیا تھا اب تم مجھے
دن کیوں کر رہے ہو؟" انہوں نے کہا کہ ہم ایسا کر کے کافر ہو گئے اور اب توبہ کر کے مسلمان ہو گئے ہیں
بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں، ہم اپنا فتویٰ کفر جو تم پر لگا چکے ہیں وہ واپس لے لیں گے ورنہ ہم تم کو
رکھ کر تم سے جہاد کریں گے۔"

خوارج نے حضرت عبداللہ بن خبابؓ کو شہید کر دیا

یہ مجنونانہ الفاظ سنکر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ان سے قطعی طور پر مایوس ہو گئے۔ وہ اس معاملہ کو مؤخر

Marfat.com

رکھنا چاہتے تھے مقدم ان کے لیے ملک شام پر حملہ کرنا تھا تاکہ اس قضیہ کے بعد وہ ان خوارج کو راہ راست پر لا سکیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ شام کی طرف کوچ کرنے والے ہی تھے کہ ایک جلیل القدر صحابی عبداللہ بن خبابؓ نہروان سے گزرے۔ خوارج نے انہیں گھیر لیا اور ان سے سوال کرنے لگے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟....

انہوں نے فرمایا کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور نیک بندے ہیں پھر ان خوارج نے حضرت عبداللہ بن خبابؓ سے پوچھا کہ حضرت عثمانؓ کے اوّل نصف حصہ خلافت اور بقیہ نصف حصہ خلافت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ شروع سے لے کر آخر تک حق پر تھے۔ اس کے بعد خوارج نے پوچھا کہ حضرت علیؓ کی حکمین کے تقرر سے پہلے اور حکمین کے تقرر کے بعد کونسی حیثیت حق پر تھی؟..

حضرت عبداللہ بن خبابؓ نے کہا کہ حضرت علیؓ آپ لوگوں سے زیادہ خدا اور رسول کے احکام کو ماننے والے ہیں اور عمل کرنے والے ہیں۔

خوارج یہ بات کسی طرح برداشت نہ کر سکے انہوں نے حضرت عبداللہ بن خبابؓ ان کی بیوی اور ان کے ساتھیوں کو بُری طرح قتل کر دیا۔ یہ خبر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو پہنچی تو ان کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر وہ ملکِ شام پر لشکر کشی کے لیے روانہ ہو گئے تو یہ خوارج بہت آسانی سے کوفہ اور بصرہ پر قبضہ کر لیں گے اور شام پر لشکر کشی کرنے والوں کے زن و فرزند کو بے دریغ قتل کر دیں گے۔

حضرت علیؓ نے شام کی طرف جانے کی بجائے نہروان کی طرف رُخ کیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حرث بن مرّہ کو نہروان روانہ کیا تاکہ خوارج سے دریافت کریں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب، ان کی بیوی اور ان کے ساتھیوں کو کیوں بے دریغ قتل کیا ہے؟....

خوارج نے بغیر سوچے سمجھے حضرت حرث بن مرہ کو بھی قتل کر دیا۔ لوگوں کی طرف سے یہ خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچائی گئی کہ خوارج ہر اس شخص کو بے سوچے سمجھے قتل کر دیتے ہیں جو ان کے خلاف لب کشائی کرتے ہیں یا ان کے عقائد سے ٹکراتے ہیں۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور ان کے لشکر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شام پر حملہ کرنے سے پہلے ان خوارج کی طرف توجہ دینا چاہیے، چنانچہ نہروان پہنچ کر ان خوارج کو پیغام بھیجا کہ جن لوگوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے ان کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم انہیں قصاص میں قتل کر دیں اور پھر شام پر لشکر کشی کریں اور تمہیں تمہاری حالت پر چھوڑ دیں شاید اس اثناء میں اللہ تمہیں سیدھا راستہ دکھلا دے۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قاصد بھی بھیجے خود بھی ان سرداروں کو مخاطب کیا کہ وہ براہ راست پڑھا ہیں لیکن ان کی ایک ہی رٹ تھی کہ تم نے حکمین کی تقرری کر کے گناہ کیا ہے اور (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے ہو۔ اب توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان بات چیت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ ہم نے تمہارے کہنے سے ہی تحکیم کی تقرری کو منظور کیا تھا ورنہ میں تحکیم کے خلاف تھا اس پر خوارج کہنے لگے کہ ہم نے غلطی کی ہے اور کافر ہو گئے اور اب توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تم نے بھی غلطی کی ہے اور کفر کیا ہے اب توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سرداروں کی باتوں میں زیادہ الجھنے کی کوشش نہ کی بلکہ براہ راست ان کے عوام کو مخاطب کیا لیکن خوارج کے سردار اپنے ان آدمیوں کو یہ کہہ کر روکتے رہے کہ علیؓ کی باتیں نہ سنو اور وقت ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے جلدی کرو۔

حضرت علیؓ نے سفید جھنڈے تلے آنے والوں کو امان دی

چنانچہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو سفید جھنڈا دے کر بھیجا اور یہ اعلان کروا دیا کہ جو کوئی بغیر لڑے اس جھنڈے کے تلے آجائے گا اس کو امان ہے۔ اسی طرح جو کوفہ اور مدائن چپ چاپ چلے جائیں گے ان کو امان ہے۔ پانچ سو کے قریب حضرت ابوایوب انصاریؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور ہزاروں کوفہ اور مدائن چلے گئے۔ کچھ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ پانچ چھ ہزار کے قریب برابر ڈٹے رہے۔

نہروان کے مقام پر تمام خوارج قتل ہوئے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر نے ان پر شدت سے حملہ کیا۔ مگر خوارج اتنی بہادری سے لڑے تھے کہ ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کٹ کٹ کر جدا ہو رہے تھے اس کے باوجود جب تک سانس برابر تھا حملہ کرتے جاتے تھے۔ تمام کے تمام خوارج اس جنگ میں قتل ہو گئے صرف نو آدمی بچ کر بھاگ نکلے۔

Marfat.com

ملکِ شام پر لشکر کشی کا پھر ارادہ کیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ان کو وہیں چھوڑا اور اپنے تمام فوجیوں کو شام پر حملہ کرنے کے لیے کوچ کا حکم دیا لیکن عراقی فوج لڑائی سے تھک چکی تھی حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے مقام نخیلہ پر پہنچ کر اعلان کر دیا کہ کوئی شخص کوفہ میں اپنے گھر نہ جائے لیکن حیرت کا مقام ہے کہ تمام کا تمام فوجی کیمپ خالی ہو گیا اور فوجی کوفہ میں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی کوفہ تشریف لے گئے وہاں لوگوں کو ان کی دوں ہمتی پر بہت کچھ کہا سنا اور ملک شام پر لشکر کشی کے لیے انگیخت کیا لیکن اشعث بن قیس اور دیگر سرداران نے جواب دیا کہ ہماری تلواریں اب کند ہو گئی ہیں اب ہم دوبارہ فوج کشی کے لیے سستانے کی مہلت چاہتے ہیں۔ یہ باتیں سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی ان کی طرف سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے ملک شام پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ملکِ مصر کے حالات

جنگِ صفین شروع ہونے سے قبل قیس بن سعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی طرف سے ملک مصر میں گورنر تھے لیکن محمد بن جعفر کی سفارش پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

محمد بن ابی بکرؓ ایک جوشیلہ نوجوان تھا وہ خونِ عثمان کے قصاص کے دعویداروں سے مصر میں ایسا الجھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی حمایت میں کچھ نہ کر سکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگِ صفین بھی ختم ہو گئی تحکیم کا فیصلہ بھی لوگوں نے سن لیا۔ لیکن محمد بن ابی بکرؓ مصر میں اندرونی جھگڑوں میں الجھا رہا [illegible] معاویہ بن خدیج باقاعدہ کئی جنگوں میں لڑ کر محمد بن ابی بکرؓ پر کامیابی حاصل کرتا رہا۔ آخر جنگِ صفین کے بعد معاویہ بن خدیج نے حضرت امیر معاویہؓ سے امداد طلب کی۔

آپ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو چھ ہزار فوج دے کر مصر پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا اور ساتھ ہی محمد بن ابی بکرؓ کو ایک خط لکھا اور وہ خط عمروؓ بن العاص کو دستی دے دیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک خط اپنی طرف سے بھی محمد بن ابی بکرؓ کو لکھا اور یہ دونوں خط مصر میں محمد بن ابی بکرؓ کو پہنچا دیئے گئے۔ ان خطوط میں مذکور تھا کہ آپ مصر کی حکومت ہمارے سپرد کر دیں ..... یہ دونوں خط محمد بن ابی بکرؓ نے

Marfat.com

کرنہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں بھیج دیئے اور کمک کی درخواست کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کعب بن مالک کو دو ہزار فوجی دے کر مصر روانہ کیا۔

اس دوران محمد بن ابی بکرؓ نے اپنی طرف سے کنانہ بن بشیر کو دو ہزار فوجی دے کر عمروؓ بن العاص کی پیشقدمی کو روکنے کے لیے بھیجا۔ کنانہ بن بشیر کے لشکر نے شکست کھائی اور خود میدان جنگ میں مارا گیا۔

مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ ہو گیا

اس کے بعد محمد بن ابی بکرؓ خود لشکر لے کر عمروؓ بن العاص کے مقابلہ میں آیا لیکن شامیوں کے مقابلہ میں مصری لشکر نے راہِ فرار اختیار کر لی اور محمد بن ابی بکرؓ ایک مکان میں چھپ گیا۔ معاویہ بن خدیج نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکرؓ کو قتل کر دیا اور اس لاش کو مُردہ گھوڑے کی کھال میں بھر دیا اور پھر اس لاش کو جلا دیا۔ اس طرح ملکِ مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے ملک مصر کی گورنری حضرت عمروؓ بن العاص کو سونپ دی۔

جب محمد بن ابی بکرؓ کی اطلاع کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوئی تو انہوں نے کوفہ والوں کو بہت زیادہ ملامت کی کہ تمہاری وجہ سے شام اور مصر دونوں ملک قبضہ سے جاتے رہے لیکن کوفہ والوں پر اس بات کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ واقعہ ۳۸ھ کا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مالک بن کعب کو جو کمکی فوج لے کر مصر جا رہا تھا واپس بلا لیا۔

بصرہ پر بھی امیر معاویہؓ قبضہ کرنا چاہتے تھے

مصر پر قبضہ ہو جانے کے بعد امیر معاویہؓ نے بصرہ کی طرف توجہ کی۔ جنگ جمل کی وجہ سے لوگ حضرت علیؓ سے دلی طور پر خوش نہ تھے اور خون عثمان کے دعویدار بھی تھے۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن الحضرمی کو بصرہ بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے۔

اتفاق کی بات ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ گورنر بصرہ صدر مقام پر موجود نہ تھے اس لیے عبداللہ بن الحضرمی کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی لیکن پھر لوگوں میں پھوٹ پڑ گئی اور عبداللہ بن الحضرمی ۳۸ھ کے اخیر میں قتل ہو گئے۔

Marfat.com

عین التمر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ ہو گیا

عین التمر کا علاقہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے قبضہ میں آگیا اس لیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مالک بن کعب کو وقت پر امداد نہ مل سکی۔

امیر معاویہؓ نے انبار اور مدائن کی طرف سفیان بن عوف کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا وہ وہاں مال و متاع کو اپنے قبضہ میں کر کے واپس دمشق پہنچ گئے۔

ملک فارس میں بھی بغاوت ہو گئی لوگوں نے سہیل بن حنیف کو نکال دیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ زیاد کو وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا انہوں نے بزور شمشیر بغاوت کو فرو کیا۔

اسی طرح امیر معاویہؓ نے بُسر بن ارطاط کو حجاز و یمن کی طرف بھیجا۔ بُسر بڑا سخت گیر آدمی تھا چنانچہ اس کی سختی دیکھکر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے لوگوں نے امیر معاویہؓ کی اطاعت کر لی بعد میں عبید اللہ بن عباس کو بھی یمن سے نکال دیا۔

شام، مصر، یمن کے علاقہ جات حضرت امیر معاویہؓ کے قبضہ میں تھے

غرض سنہ ۴۰ھ کے آغاز میں حضرت امیر معاویہؓ کے قبضہ میں شام، مصر، یمن اور مغربی علاقے جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ اقتدار میں عراق اور ایران کے علاقہ جات رہ گئے۔

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان متفقہ فیصلہ

آخر حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کو لکھا کہ کب تک مسلمانوں کے خون کو بہنے دیا جائے گا۔ لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو علاقہ کسی کے قبضہ میں ہے اس پر اکتفا کیا جائے۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہر دو شہروں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ دونوں متفق ہو گئے۔

اصل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی ذاتی شجاعت اور اولوالعزمی کی بنا پر بہت عظیم الشان ملک بنانا چاہتے تھے لیکن ان کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ پھر ان کے اپنے علاقہ میں قدم قدم پر بغاوتیں ہونا شروع ہو گئیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قریبی اور معتمد علیہ ساتھی ان کا ساتھ چھوڑنے جا رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس

بصرہ کے گورنر تھے ۔ ایسا اتفاق ہوا کہ بصرہ میں ابوالاسود نے ایک شکایتی خط حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں امیرالمومنین حضرت علیؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ انہوں نے بیت المال کی رقم امیرالمومنینؓ کی اجازت کے بغیر خرچ کر ڈالی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوالاسود کی حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا کہ گورنر کی غلطی سے ہر وقت آگاہ کرتے رہنا ہمدردی اور فرض شناسی ہے ۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو لکھا کہ آپ نے بیت المال کی رقم کو بلا وجہ کیوں خرچ کیا ہے ۔ ؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ گورنر بصرہ

کا امیرالمومنینؓ سے اختلاف اور استعفیٰ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا کہ جو رقم میں نے خرچ کی ہے وہ میری ذاتی رقم ہے بیت المال سے نہیں لی گئی اور جو آپ کو خبر پہنچی ہے وہ سراسر غلط ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دوبارہ لکھا کہ اگر یہ مال ذاتی ہے جو آپ نے خرچ کیا ہے تو آپ نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا ..... کہ میرا ذاتی مال ہے جہاں چاہوں خرچ کر سکتا ہوں ۔ یہ لکھ کر اپنا استعفیٰ بھی شامل کر دیا اور لکھا کہ جس کو چاہو میری بجائے گورنر بنا کر بھیج دو ۔ میں ایسی گورنری سے باز آیا ۔ یہ لکھ کر بصرہ سے کوچ کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے ۔

حضرت عقیلؓ بن ابی طالب بھی حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئے

انہی ایام میں حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی بھی حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے ۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی بہت زیادہ خاطر مدارات کی اور ان کا روزینہ مقرر کر دیا ۔ اس بات کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بہت زیادہ رنج ہوا اور آپ نے ارادہ کیا کہ امیر معاویہؓ پر حملہ کر دیا جائے اس کے لیے انہوں نے لشکر بھی جمع کر لیا لیکن . . . .

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارِ یکہ خدا کند کسے را چہ مجال

Marfat.com

ایک خطرناک منصوبہ جس نے تاریخ کے دھارے کو بدل کر رکھدیا

ایک نہایت ہی خطرناک منصوبہ تیار کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے :۔

تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی جو جنگ نہروان میں شا
تھے وہ مکہ مکرمہ میں میزاب رحمت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پہلے تو انہوں نے نہروان میں قتل ہو
والوں پر بہت افسوس کیا بعد میں وہیں بیٹھے بیٹھے عہد کیا کہ تین شخصیتوں کو قتل کر کے تاریخ کے د
کو بدلا جا سکتا ہے .....

چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا....

عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کو اپنے ذمہ لیا۔

برک بن عبداللہ تمیمی نے حضرت امیر معاویہؓ کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔

عمرو بن بکر تمیمی نے حضرت عمروؓ بن العاص کو قتل کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔

اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ کوفہ، دمشق اور فسطاط میں ان ہر سہ حضرات پر ۱۷ رمضان المبارک کی صبح
نماز کے وقت قاتلانہ حملہ کیا جائے۔

ان کی نظر میں یہ تینوں اشخاص دنیائے اسلام میں ایسے تھے جنہوں نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا
چنانچہ اس فیصلہ کے بعد وہ تینوں خارجی کوفہ، دمشق اور فسطاط (مصر) کو اپنے خبیث ارادوں کی تکم
کے لیے روانہ ہو گئے۔

مقررہ تاریخ کو حضرت عمروؓ بن العاص کی بجائے ایک فوجی قتل ہو گیا

جب مقررہ تاریخ پہنچی تو اتفاق سے حضرت عمروؓ بن العاص گورنر مصر نے بیماری کی وجہ سے اپنی جگ
خارجہ بن ابی حبیب عامر ایک فوجی کو امامت کے لیے بھیج دیا۔ عمرو بن بکر تمیمی نے خارجہ بن ابی حبیب عا
کو حضرت عمرو بن العاص سمجھ کر ان پر ایسا تلوار کا بھرپور وار کیا جو ان کے لیے فوری موت کا سبب بنا۔

حضرت امیر معاویہؓ پر حملہ ہوا لیکن وہ بچ نکلے

دمشق میں برک بن عبداللہ تمیمی نے اسی تاریخ کو مقررہ وقت پر حضرت امیر معاویہؓ پر تلوار کا
کیا لیکن وہ وار اوچھا پڑا۔ حضرت امیر معاویہؓ زخمی تو ہوئے مگر تھوڑے دنوں کے علاج کے ل

تندرست ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مسجد میں آنا ترک کر دیا اور ایک محفوظ جگہ بنا لی اور زیادہ محتاط رہنا شروع کر دیا۔

عبدالرحمن بن ملجم کوفہ میں آیا تو اپنے دوستوں اور ہم خیال لوگوں سے ملتا جلتا رہا، لیکن کسی پر اپنا ارادہ کا اظہار نہ کیا۔ البتہ خوارج کے پاس رہنے لگا۔ ایک دن اس نے کسی نہ کسی طور پر شبیب بن شجرہ اشجعی خارجی کو اپنا رازدار بنا لیا اور اس سے اس معاملہ میں امداد چاہی۔ شبیب نے پہلے تو سکوت اختیار کیا لیکن پھر بہت غور و فکر کے بعد اس کی حمایت کرنے کا وعدہ کیا۔

عبدالرحمن بن ملجم نے چند خوارج کے گھرانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا

عبدالرحمن بن ملجم نے اس دوران قطام نامی ایک خارجی عورت کو بھی اچانک دیکھ پایا جس کے حسن و جمال کو دیکھ کر وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ عبدالرحمن نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اس فتنہ جو عورت نے جواب دیا کہ نکاح سے پہلے میرا مہر ادا کرو...... عبدالرحمن نے پوچھا کہ کیا مہر ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک غلام، ایک لونڈی، تین ہزار دینار اور حضرت علیؓ کا سر، یہ میرا مہر ہے۔ عبدالرحمن بن ملجم نے کہا کہ آخری شرط پوری کرنے کو میں تیار ہوں باقی باتوں کو پورا کرنے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہے۔

اس فتنہ جو اور فتنہ انگیز عورت نے کہا کہ بہتر، مجھے آخری شرط منظور ہے۔ باقی میں چھوڑے دیتی ہوں اس عہد و پیمان کے بعد قطام نامی عورت نے اپنے رشتہ دار وردان کو بھی عبدالرحمن بن ملجم کے ساتھ شامل کر دیا۔

عبدالرحمن بن ملجم نے ۱۷ رمضان المبارک کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھرپور وار کیا

مقررہ تاریخ جمعہ کی رات کو عبدالرحمن بن ملجم، شبیب بن شجرہ اشجعی اور وردان تینوں کوفہ کی مسجد میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عادت تھی کہ وہ مسجد میں علی الصبح آتے اور تمام

Marfat.com

لوگوں کو نماز کے لیے دعوت دیتے۔ جونہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ جمعہ کی صبح کو نماز فجر سے پہلے درو
میں داخل ہوئے، وردان نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جو دروازہ کی چوکھٹ پر پڑا۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن
نے ایسا بھرپور سر پر وار کیا جو سر کو چیرتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی
پکارا! پکڑو اس قاتل کو اور ساتھ ہی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

" فُزتُ بِرَبِّ الکعبہ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا)

وردان اور شبیب بن شجرہ اشجعی مسجد سے بھاگ نکلے مگر عبدالرحمٰن بن ملجم مسجد کے گوشہ میں چھپ
لوگوں نے وردان اور شبیب کو دوڑ کر پکڑ لیا۔ وردان کو تو ہاتھا پائی میں وہیں قتل کر دیا، شبیب کو
رکھا لیکن وہ بھاگ گیا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم گرفتار ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش ہوا۔

طبری کے قول کے مطابق ..... جب قاتل کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کیا گیا تو
نے اس سے پوچھا کہ اے دشمنِ خدا! کیا میں نے تجھ پر احسانات نہیں کیے کہنے لگا کہ "ہاں" پھ
کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ ...... کہنے لگا کہ اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کرتا رہا ہوں اور خد
دعا مانگتا رہا ہوں کہ اے اللہ! اس سے بدترین مخلوق (نعوذ باللہ) کو قتل کروا۔

حضرت علیؓ کی اپنے بیٹے حسنؓ کو وصیت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی اس سے قتل ہو گا اور تو ہی خدا کی بدتر
ہے ..... اس کے بعد اپنے بیٹے حسنؓ کو فرمانے لگے کہ یہ قیدی ہے اس کو اچھا کھانا کھلاؤ اور
بستر پر سلاؤ۔ اگر میں اس زخم سے بچ رہا تو اپنے خون کا میں زیادہ حقدار ہوں گا قصاص لے لوں یا
کر دوں۔ اگر اس زخم سے مجھے موت آگئی تو ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دینا۔ مُثلہ وغیرہ نہ کرنا یعن
پاؤں ناک کان نہ کاٹنا، ایسا کرنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے خواہ و
مجرم کیوں نہ ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی جب ہوش آیا تو جندب بن عبداللہ نے آپ سے پو
اگر آپ کو کھو دیں تو کیا ہم آپ کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کر لیں؟ حضرت علی کرم اللہ
نے فرمایا کہ میں اس بارے میں نہ تمہیں حکم دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں تم اپنی مصلحت کو بہتر

Marfat.com

صاحبزادگان کو وصیت

پھر اپنے صاحبزادگان حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلوا کر فرمایا۔۔۔۔ میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اس دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگرچہ وہ تمہارا پیچھا ہی کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا، ہمیشہ حق کہنا۔ یتیم پر ترس کھانا، بے کس کی مدد کرنا، آخرت کے لیے عمل کرنا، ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کی حمایت کرنا، کتاب اللہ پر چلنا، خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنا۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن حنفیہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے یہ باتیں حفظ کر لیں جو میں نے تمہارے بھائیوں کو کہی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا "جی ہاں" پھر فرمایا ان بھائیوں کی تعظیم کرتے رہنا، کوئی بھی کام ان کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔

اس کے بعد حسنینؓ کی طرف توجہ فرمائی اور کہا یہ تمہارا بھائی ہے اس کے ساتھ شفقت سے پیش آتے رہنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا تھا۔

عبادات اور معاملات کے بارے میں وصیت

بعد ازاں حضرت حسنؓ سے فرمایا فرزند! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں خوفِ خدا کی، اپنے وقت پر نماز ادا کرنے کی، میعاد پر زکوٰۃ ادا کرنے کی، ٹھیک وضو کرنے کی کیونکہ نماز بغیر طہارت قبول نہیں ہوتی۔ اور مانع زکوٰۃ کی نماز قبول نہیں ہوتی، نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی، دین میں عقل و دانش کی، ہر معاملہ میں تحقیق کی، قرآن کریم کی مزاولت کی، پڑوسی سے حسن سلوک کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی، فواحش سے اجتناب کی۔ (طبری)

وفات سے قبل حضرت علیؓ کی وصیتیں

وفات کے وقت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وصیت لکھوائی ۔۔۔۔۔

یہ علیؓ بن ابی طالب کی وصیت ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَ

Marfat.com

محیایَ وَمَماتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ"۔۔۔۔۔اس کا کوئی شریک نہیں۔اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔ پھر فرمایا اے حسن! میں تجھے اور اپنی سب اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف رکھنا۔ جب مرنا ہو تو اسلام پر ہی مرنا، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو کیونکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزہ نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں سے بھی بھلائی کرو اور ان کا خیال رکھو، خدا تم سب کا حساب آسان کرے گا۔۔۔۔۔ ہاں یتیموں کا خیال رکھو۔ پڑوسیوں کا خیال رکھو، چونکہ یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ شاید انہیں ورثہ میں شریک کر دیں گے اور دیکھو قرآن پر عمل کرنے میں کہیں غیر تم پر بازی نہ لے جائے اور نماز، وہ تمہارے دین کا ستون ہے، اپنے پروردگار کے گھر سے غافل نہ رہنا اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہنا۔ زکوٰۃ ــــ پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کرتی ہے اپنے غیر مسلم رعایا کا خیال رکھو۔۔۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے۔

اور تمہارے نبی کے صحابی ــــ یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے حق میں وصیت کی ہے کہ فقرا اور مساکین کو اپنی روزی میں شریک کرو، اپنے غلاموں کا خیال رکھنا، خدا کے بارے میں اگر کسی کی پرواہ نہ کرو گے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کر دے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ میٹھی بات کرو ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑنا ورنہ تمہارے اشرار تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے پھر تم دعا کرو گے مگر قبول نہ ہو گی۔ باہم مل جل کر رہنا بے تکلف اور سادگی پسند رہو۔ خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا، نیکی اور تقویٰ میں باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو، خدا سے ڈرو کیونکہ اسکا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمہیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں، تمہارے لیے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں۔

(الامتہ والسیاسنہ)

اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا اور ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ کو رشد و ہدایت اور علم و عرفان کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

لہ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العلمین کے لیے ہے۔

Marfat.com

تجہیز و تکفین حضرات حسنین ؓ نے کی اور نماز جنازہ حضرت حسن ؓ نے پڑھائی۔ ابن کثیر کے قول کے مطابق
الخلافہ کے اندرونی حصہ میں دفن کیے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی قبر نجف اشرف میں ہے۔ لیکن ابن کثیر
رائے کے مطابق وہ قبر حضرت مغیرہ بن شعبہ کی ہے۔
تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد امام حسن ؓ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو بلایا اور عبداللہ بن جعفر کو
دیا کہ اس کو تلوار کے ایک وار سے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن جعفر نے ابن ملجم کو ایک وار سے
ل کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی

شہادت کا یقین قبل از وقت ہو گیا تھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیش آنے والے واقعہ کا احساس ضرور ہو گیا تھا ابن ملجم کو کبھی کبھار دیکھتے تو
کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں کیونکہ ان کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ان کی موت شہادت
ہو گی۔
ایک دن خطبہ میں فرمایا قسم ہے اس پروردگار کی جس نے بیج اگایا اور جان پیدا کی، اپنی داڑھی کو اپنی گرفت
ے کر فرمانے لگے کہ یہ ضرور رنگین ہونے والی ہے۔ پھر فرمایا بدبخت کیوں انتظار کر رہا۔ لوگوں نے پوچھا
لمومنین! ہمیں اس کا نام بتائیں ہم ابھی اس کا کام تمام کر دیں گے۔ فرمایا کیا تم اس شخص کو قتل کر دو گے جس نے
ل نہیں کیا ہے؟

"فزت برب الکعبۃ" کے الفاظ زبان پر تھے

واقعہ ہے کہ مقررہ جمعہ کی رات کو امیر المومنین ؓ کو نیند نہ آئی تہجد کے وقت میں
ل خدمت میں حاضر ہوا فرمانے لگے کہ فرزند! رات بھر مجھے نیند نہیں آئی۔ ابھی تھوڑی دیر ذرا آنکھ لگی
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، میں نے عرض کی کہ حضور! میں نے آپ کی امت
ہاتھوں بڑی تکلیف پائی ہے، فرمایا دعا کرو خدا تمہیں ان سے چھٹکارا دے۔ اس پر میں نے دعا کی کہ خدایا مجھے
ے بہتر رفیق عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر ساتھی دے" چنانچہ... حسب معمول جب مسجد میں گئے تو ابن ملجم
بخت نے تلوار کا کاری زخم کھایا۔ تلوار زہر آلود تھی جو کنپٹی اور دماغ تک اتر گئی۔ بہر حال اس صدمہ سے آپ نے

Marfat.com

تین روز کے بعد آخرت کا سفر اختیار کیا۔ تلوار کا وار سہتے ہوئے زبان مبارک سے فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا) کے الفاظ ادا ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے ایام کو شمار کیا جائے تو اٹھارہ سو ایک[۱۸۰۱] دن ہوتے ہیں یعنی چار سال نو ماہ۔ اس تمام عرصہ میں ان کا ایک دن بھی سکھ اور چین سے بسر نہیں ہوا۔ ہر روز مصائب اور مشکلات کا ایک نیا باب کھل جایا کرتا تھا۔ بدبخت ابن ملجم کے تلوار کا وار پڑتے ہی زبان مبارک سے جو الفاظ نکلے وہ "فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" ہیں۔ یہ الفاظ اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ آپ رب رفیق اعلیٰ کی آرزو کرتے ہیں اور یہاں زندگی گزارنے سے آخرت کے سفر کو ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ حضرت حسنؓ کے قول سے ترشح ہوتا ہے جو انہوں نے امیر المومنینؓ کے خواب کے سلسلہ میں بیان کیا ہے "کہ خدایا مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر ساتھی دے"۔

"فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" ان کی دعا کی قبولیت کا ایک حصہ ہے جو ان کی خواہش کے مطابق پورا ہو گیا۔ دعا کی قبولیت کا دوسرا حصہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ زیاد، حجاج بن یوسف اور ابن زیاد ایسے خونخوار اور مردم آزار گورنر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور کوفیوں کے سروں پر مسلط رہے کہ کچھ مدت کے بعد ہی کوفہ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔

خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تمام دورِ خلافت ہر سہ خلفائے سابقہ کے مقابلہ میں ناکام نظر آ رہا ہے۔ اس ناکامی پر بحث کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین المہدیین کی زندگی کے ایسے حصہ کو لیا جائے جہاں ان چاروں حضرات کے صحیح خد و خال نظر آ رہے ہوں اور ان کے کردار کی جھلکیاں چھن چھن کر سامنے آ رہی ہوں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ان کی سیرت کے یہی خطوط ہیں جو مابعد کے کردار کی تشکیل میں رنگ آمیزی کر رہے ہیں جب ان بزرگوں پر مکمل طور پر نظام خلافت چلانے کی ذمہ داری ڈال دی گئی۔

۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے سفر کیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائے ہوئے چھ سال کا عرصہ ہو رہا تھا مگر ان کے دل میں خانہ کعبہ کا خیال بسا ہوا تھا۔ آخر پندرہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

ں پڑے اور قربانی کے جانور بھی ساتھ لیے اور ان کو قافلہ کے آگے آگے رکھا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر حضور رم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَشِیْرُوا یَآ اَیُّهَا النَّاسُ"[1] حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی خَرَجْتَ مِدًا لِهٰذَا الْبَیْتِ لَا نُرِیْدُ قَتْلَ اَحَدٍ لَا حَرْبٍ فَتَوَجَّهْ لَهٗ مَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَتَلْنَاهُ[2] حکم دیا ضُوْا عَلٰی اِسْمِ اللّٰهِ[3]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر جا کر رک گئے

حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش انکو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے یں گے۔ اتنے میں قریش نے بدیل بن ورقاء خزاعی کو چند آدمیوں کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس یجا تاکہ معلوم کرے کہ وہ کس خیال سے آرہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں کہ ہم صرف زیارتِ بیت اللہ کے لیے آئے ہیں، احرام ہم نے باندھے ہوئے ہیں اور قربانی کے اونٹ ہمارے ساتھ ہیں بدیل یہ سن کر قریش کے پاس واپس چلا گیا ور کہا کہ مسلمان صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی غرض و غایت ان کی ہیں ہے، احرام ان کے باندھے ہوئے ہیں اور قربانی کے اونٹ ان کے پاس ہیں۔

قریش کا نوجوان طبقہ بضد تھا کہ مسلمانوں کو زیارت کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے نہیں دیں گے البتہ کچھ سمجھدار لوگ خاموشی سے معاملہ پر غور کرنے لگے۔

اس کے بعد قریش نے حلیس بن علقمہ کنانی کو حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا وہ قریب آیا لیکن قربانی کے اونٹوں کو دیکھ کر واپس چلا گیا اور قریش کو بتایا کہ یہ لوگ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں جس کو کوئی بھی روک نہیں سکتا۔ اس پر قریش کا نوجوان طبقہ برافروختہ ہو کر کہنے لگا کہ ہم ان کو زیارت کے لیے کبھی مکہ مکرمہ یں داخل ہونے نہیں دیں گے۔ حلیس بن علقمہ کنانی یہ بات سن کر غصہ میں آگیا اور کہنے لگا کہ آپ کون ہیں جو زیارت بیت اللہ سے روکیں؟ ..... میں ان کی حمایت کرتا ہوں ..... بات لمبی چوڑی ہو جاتی لیکن بیچ بچاؤ

---

[1] اے لوگو! مجھے مشورہ دو

[2] یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے ہیں کسی کو مارنے یا لڑنے کا خیال نہ تھا سیدھے چلے چلیے جو شخص مزاحمت کرے گا اس سے ہم مقابلہ کریں گے۔

[3] خدا کا نام لے کر چلو۔

Marfat.com

سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

قریش نے قربانی کا جانور ذبح کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو بھی مارنے کے لیے دوڑے

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراش بن امیہ خزاعی کو قربانی کا اونٹ دے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ان کی غرض و غایت صرف زیارت بیت اللہ شریف ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ قریش نے اونٹ کو ذبح کر دیا اور فراش بن امیہ کو بھی مارنے دوڑے کہ حبیس بن علقمہ کنانی نے انہیں سختی سے روکے رکھا۔ اس کے بعد قریش کے چند نوجوان حملہ کے خیال سے حدیبیہ کی طرف بڑھے مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی بجائے حضرت عثمان غنیؓ کو قریش کی طرف بھیجا گیا

بعد ازاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمر فاروقؓ کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجیں تاکہ وہ جا کر مسلمانوں کا موقف سمجھا سکیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی کہ حضور! مجھے جانے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن میرے جانے سے شاید حالات زیادہ خراب ہو جاویں کیونکہ میرے قبیلہ کا کوئی بھی فرد مکہ مکرمہ میں نہیں ہے جس کی حمایت مجھے مل سکے اس لیے حضرت عثمان غنیؓ کو بھیج دیویں۔ ان کے قبیلہ کے لوگ بکثرت وہاں آباد ہیں جو طاقت ور اور صاحبِ اقتدار بھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی انہیں ابان بن سعد بن العاص ملا اور اس نے فی الفور انہیں اپنی حمایت میں لے لیا اور ان کو سرداران قریش کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کا موقف بیان کیا کہ ہماری غرض و غایت صرف طوافِ بیت اللہ ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس پر سرداران قریش کہنے لگے کہ آپ خود طواف کر لیں لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اجازت نہیں ہے کہ وہ طواف کریں۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے جواب دیا کہ میں ان کے بغیر طواف نہیں کر سکتا

اس پر تمام سردار غصہ میں آ گئے اور ان کو مکہ مکرمہ میں ہی روک لیا گیا۔ اس کے بعد یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

بیعتِ رضوان لی گئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر سُن کر فرمایا کہ جب تک عثمانؓ کے خون کا انتقام نہ لیں گے یہاں سے نہ ٹلیں گے چنانچہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو صحابہ کرامؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی اور حضرت عثمان غنیؓ کی غیر حاضری کو محسوس فرماتے ہوئے اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ کے اوپر رکھا اور فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور اس وقت ان کی بجائے بیعت لی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنی خوشنودی بیعت کرنے والوں کے حق میں فرمائی۔ جس کا ذکر سورہ فتح میں "لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ" کی آیات میں نازل ہوا۔

عروہ بن مسعود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

اس بیعت کی خبر سن کر قریش مکہ نے حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ مکرمہ سے جانے کی اجازت دے دی اور وہ اپنی جگہ پر غور و فکر کرنے لگے کہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہیں لہذا جنگ سے باز رہنا غنیمت ہے۔ اس غرض کے لیے قریش نے قبیلہ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

وہ جب آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ قریش کے سردار آپ سے لڑنے کے لیے تیار اور مستعد ہیں جب مقابلہ ہو گا تو یہ سارے لوگ جو آپ کے گرد ہیں بھاگ جائیں گے اور آپ تنہا رہ جائیں گے۔ اس کی یہ بات سُن کر حضرت صدیق اکبرؓ اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے اور اس کو بہت سخت جواب دیا۔ اس کے بعد یہ سردار چپ ہو گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بن مسعود کو فرمایا کہ میں عمرہ کے ارادہ سے آیا ہوں لڑنے کے لیے نہیں آیا اور اگر قریش لڑنے پر ہی آمادہ ہیں تو میں اللہ کے حکم سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک اللہ کو منظور ہو گا اور اس سلسلہ میں خواہ میرا گوشت ہڈیوں سے علیحدہ کیوں نہ ہو جائے اور اگر آپ چاہیں تو کچھ مدت کے لیے صلح کر لیں اور مجھے اطمینان سے تبلیغ کرنے دیں اور اگر قریش بھی مسلمان ہو جائیں تو جنگ و جدال ہمیشہ کے لیے رک سکتا ہے۔ عروہ کچھ دیر وہاں ٹھہرا۔ پھر قریش کے پاس چلا آیا لیکن اس تھوڑے سے

عرصہ میں اس نے عجیب منظر دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وضو کرتے ہیں تو صحابہ کرامؓ وضو کا مستع
پانی نیچے گرنے نہیں دیتے بلکہ ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں اور اپنے چہروں پر مل لیتے ہیں حتیٰ کہ لعاب
کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو ہمہ تن گوش بن کر

عروہ مسلمانوں کی فدائیت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا

یہ تاثر لیکر عروہ بن مسعود قریش کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں لیکن میں نے کسی بادشاہ یا امیر کو اتنا محبوب و مکرم نہیں پایا جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں میں محبوب ہیں، وہ بات کرتے ہیں تو باادب خاموش سنتے رہتے ہیں، وضو کرتے ہیں تو وضو کا استعمال شدہ پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے اپنے ہاتھوں اور چہروں پر مل لیتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ ان سے لڑنا نہیں چاہیے بلکہ صلح کر لینی چاہیئے تاکہ اطمینان سے زندگی گزاری جا سکے۔

اس پر قریش نے سہیل بن عمرو کو اپنا مختار کل بنا کر بھیجا لیکن ایک شرط قائم کر دی کہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل نہ ہوں گے اگلے سال عمرہ کریں گے۔ سہیل بن عمرو کو دور سے آتے دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کام سہل ہو گیا ہے کیونکہ قریش نے سہیل کو بھیجا ہے چنانچہ عہد نامہ لکھنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بطور کاتب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بحیثیت کاتب عہد نامہ لکھنا شروع کیا.....

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" پر سہیل نے اعتراض کیا کہ ہمیں اپنے طریقہ پر "باسمک اللھم" ہی لکھنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اسی طرح ہی لکھ دو لیکن جب "محمد رسول اللہ" کے الفاظ لکھے گئے تو سہیل بن عمرو نے پھر اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھیں۔ اس نے کہا کہ اگر آپ کو رسول اللہ ہی تسلیم کر لیں تو جھگڑا کس بات کا رہ جاتا ہے۔ یہی تو جھگڑا ہے کہ ہم آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے۔

حضرت علیؓ نے رسول اللہؐ کے لفظ کو اپنے ہاتھ سے قلمزن نہیں کیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل کے اس اعتراض کو تسلیم کر لیا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ

Marfat.com

ہی ہوں خواہ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھواور رسول اللہ کے لفظ کو کاٹ دو۔ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں تو اس لفظ کو اپنے ہاتھ سے کاٹ نہیں سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے "رسول اللہ" کے لفظ کو قلمزن کر دیا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط

مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں گے آئندہ سال آکر عمرہ کریں گے مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں رہے گی اور تین دن سے زیادہ مکہ مکرمہ میں نہ ٹھہریں گے۔

- صلح کی میعاد دس سال ہوگی اس عرصہ میں ایک فریق دوسرے فریق کے جان و مال سے قطعاً احتراز کرے گا اور باہم امن و امان سے رہیں گے
- عرب کے ہر قبیلہ کو اختیار ہوگا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہے ہم عہد ہو جائے۔ اس قبیلہ پر بھی اس صلح نامہ کی شرائط عائد ہوں گی۔ ہر فریق اس معاملہ میں آزاد ہوگا وہ جس کو چاہے اپنا حلیف بنائے کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔
- اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس بھاگ کر آجائے تو وہ واپس کرنا ہوگا لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر قریش کے پاس چلا جائے گا تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

چوتھی شرط بظاہر مسلمانوں کے لیے بہتر معلوم نہ ہوتی تھی

یہ چوتھی شرط بظاہر صحابہ کرامؓ کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابوجندل سہیل کا بیٹا مکہ مکرمہ سے بھاگ کر عین اس وقت مسلمانوں کے کیمپ میں پہنچ گیا جب کہ عہد نامہ لکھا جا رہا تھا اور اس کی تحریر ابھی مکمل نہیں ہوتی تھی۔ ابوجندل بن سہیل اس عہد نامہ کے لکھے جانے سے کچھ عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو چکا تھا اور وہ اپنے باپ اور رشتہ داروں کی سختیاں جھیل رہا تھا جنہوں نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں اور اس کو روزانہ زدوکوب کیا جاتا تھا جس وقت مسلمانوں کا کیمپ حدیبیہ کے مقام پر رکا ہوا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طریق سے عہد نامہ کی تحریر ختم ہونے کے ساتھ ہی موقعہ پر پہنچ گیا۔ سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے ابوجندل کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں

Marfat.com

چوتھی شرط کے تحت ابوجندل مکہ مکرمہ واپس جائیگا۔ اس پر ابوجندل نے اپنے زخمی ہاتھ پاؤں دکھا اور جسم پر زخموں کے نشانات دکھاکر عرض کی کہ مجھے اس مقتل میں نہ بھیجیں کیونکہ میرا قصور یہی ہے کہ میں اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لیا ہے...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے ابوجندل کو سمجھایا کہ معاہدہ کی رو سے تمہیں واپس جانا ہی پڑے گا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں

حضرت عمر حمیت ملی سے بے انتہا متاثر

ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے

سہیل وہیں سے اپنے بیٹے کو مارتا پیٹتا مکہ مکرمہ لے جا رہا تھا۔ یہ دلخراش منظر صحابہ کرامؓ سے دیکھا بالخصوص حضرت عمرؓ بہت زیادہ بے تاب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو عرض کرنے لگے......

یا رسول اللہ! کیا حضور نبی برحق نہیں ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... میں نبی برحق ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی .... ہم مسلمان نہیں ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... بے شک آپ مسلمان ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی...... کیا قریش مکہ مشرک نہیں ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... لاریب وہ مشرک ہیں

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی ...... پھر ہم دب کر صلح کیوں کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... میں اللہ کا رسول ہوں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا وہ مجھے ہرگز ذلیل نہیں کرے گا

حضرت عمرؓ کو اپنی اس گفتگو پر ہمیشہ افسوس رہا

یہ سنکر حضرت عمر فاروقؓ کا غصہ کچھ فرو ہوا، اتنے میں حضرت صدیق اکبرؓ مل گئے ان سے بھی حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رو برو باتیں کرنے کا تذکرہ نہایت افسوس سے کیا حضرت صدیقؓ نے وہی بات کہی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ حضور "رسول اللہ" ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی

خلاف کوئی کام نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ہرگز پریشان ہونے نہیں دے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی
گفتگو پر بے انتہا متاسف ہوئے اور بقیہ ساری عمر استغفار پڑھتے رہے اور غلام آزاد کرتے رہے کہ میں
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایسی باتیں کیوں کیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام مقام حدیبیہ پر ہی اتارا اور قربانی کی حجامت بنوائی۔ وہیں
بنو خزاعہ کے لوگ آ کر مسلمانوں کے ہم عہد ہو گئے جبکہ اس سے پہلے بنی بکر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔

حدیبیہ سے واپسی پر سورہ فتح کا نزول

حدیبیہ سے واپسی پر سورۃ فتح نازل ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ کو بلاؤ۔ حضرت عمرؓ
ندامت کے تحت بہت پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ جب اطلاع دی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طلب
فرما رہے ہیں تو حاضر خدمت ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فتح کا مژدہ سنایا جس کو سن کر
حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کرام کو اطمینان نصیب ہوا۔

اس صلح حدیبیہ کے واقعہ کے اندر چاروں خلفائے راشدینؓ کے فطری خدوخال کی جھلکیاں صاف
صاف نظر آ رہی ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کو منصب رسالت سے سمجھتے تھے

حضرت صدیق اکبرؓ کی فطرت میں یہ بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کو
منصب رسالت سے سمجھا جائے " وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى " اس لیے
حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاں کسی طرح کی بھی گنجائش نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بارے میں
منصب رسالت کے سوا اور کچھ سوچا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے چل پڑے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اپنے اس سفر کے بارے میں مشورہ لیا کہ آگے بڑھیں یا رک

ے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جس کی انکو وحی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

رہیں ــ ؟ ۔۔۔۔۔۔۔ اس لیے کہ قریش کے متعلق انہیں معلوم ہے کہ وہ مزاحمت کرنے والے ہیں
حضرت صدیق اکبرؓ نے بلا توقف عرض کی کہ تو حضور لڑنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہی کسی کو قتل کرنے کے
لیے نکلے ہیں حضور صرف عمرہ کے ارادہ سے نکلے ہیں اس لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ اگر کوئی مزاحمت کرے گا
اس سے نپٹ لیں گے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔

پھر حضرت عمرؓ کے جذبہ حمیت ملی کو مزید تسکین دیتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ
رسول ہیں ان کا ہر فعل اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ
کو ہرگز ہرگز پریشان ہونے نہ دے گا۔ یعنی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو تسلیم کرنے کی ہچکچا
نہیں ہوئی اور حضرت عمرؓ کو مزید تسلی دیتے ہوئے وہی الفاظ اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
کی پوری پوری تصدیق کر دی گئی۔ یہ عالم مشاہدہ کی بات ہے۔

پھر محبت کا یہ عالم ہے کہ عروہ بن مسعود کی زبان سے یہ سننا بھی گوارا نہیں کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ
مصیبت اور مقابلہ کے وقت تنہا رہ جائیں گے اور ان کے ساتھی بھاگ جائیں گے۔ جونہی ایسے الفاظ
عروہ نے اپنی زبان سے نکالے حضرت صدیق اکبرؓ نے اس قریشی سردار کو بہت ہی سخت الفاظ کہے جن کو وہ
سردار سنکر یہ کہہ کر چپ ہو گیا کہ اے ابوبکرؓ! تمہارے کچھ احسانات مجھ پر ہیں ورنہ میں تمہیں سخت
قسم کا جواب دیتا۔

حضرت عمرؓ اپنی رائے پیش کرنیکی جرأت رکھتے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجنے کا خیال ظاہر کیا۔ اس وقت
حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ حضور! مجھے جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میرے جانے سے معاملہ نہا
نازک ہو جائے گا کیونکہ میرے قبیلہ عدی کا کوئی فرد مکہ مکرمہ میں نہیں ہے جس کے پاس جا کر ٹھہر و
مکہ مکرمہ میں تمام لوگ میرے مخالف ہیں اس لیے اچھے نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ بہتر ہے کہ حضرت
عثمان غنیؓ کو بھیج دیا جائے کیوں کہ ان کے خاندان بنی امیہ کے لوگ وہاں کثرت سے آباد ہیں جو طاق
اور صاحب اقتدار بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

دوسرے موقعہ پر جب سہیل بن عمرو قریش کی طرف سے مختار کل ہو کر آیا اور صلحنامہ کی شرائط لکھی جانے لگیں
تو چوتھی اور آخری شرط مسلمانوں کے لیے بظاہر تکلیف دہ اور نقصان دہ معلوم ہوتی تھی۔ قریش کا کوئی آدمی
مسلمانوں کے پاس آ جائے گا تو مسلمان اس کو واپس کر دیں گے لیکن جب مسلمانوں کا کوئی آدمی قریش کے

واپس چلا جائے گا تو قریش اس کو واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرط بظاہر کفار کے لیے فائدہ مند اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ معلوم ہوتی تھی اور اس کی شدت اس وقت زیادہ محسوس ہونے لگی جبکہ صلحنامہ لکھا جا چکا تھا، اور اس کی سیاہی ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ ابو جندل اسی سہیل بن عمرو کا لڑکا بھاگ ہوا حضور اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور پناہ کا طلبگار ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کے والد سہیل بن عمرو اور اس کے رشتہ داروں نے اس کو پابند سلاسل کر کے مکان میں بند کر رکھا تھا اور اسلام قبول کرنے کے جرم میں اس پر تشدد کر رہے تھے وہ اس وقت موقعہ پا کر بھاگ آیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرنے لگا کہ اسے اپنے پاس ٹھہرا لیا جائے کیونکہ مکہ مکرمہ میں اس پر بہت سختی ہو رہی ہے اس کے والد سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے ابو جندل کو حسب شرط کے تحت واپس مکہ مکرمہ لے جانے کا مطالبہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کے مطالبہ کو منظور فرمایا اور ابو جندل کو سہیل کے ہاتھ واپس کر دیا۔ باپ اپنے بیٹے کو مارتا پیٹتا مکہ مکرمہ لے جا رہا تھا۔ یہ دلخراش منظر صحابہ کرامؓ سے نہ دیکھا گیا۔ تمام صحابہ کرامؓ بے چین ہو رہے تھے حضرت عمر فاروقؓ میں تو جذبہ حمیت کے تحت برداشت کی طاقت نہ رہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ ہم دب کر کفار سے صلح کیوں کریں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی فرمائی۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی ان کی مزید تسلی کر دی۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سورۃ فتح کے نازل ہونے کی خوشخبری سنائی۔ یہ مژدہ سن کر حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ بہت خوش ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی ان تمام باتوں پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصابت رائے کے ساتھ ساتھ اظہار خیال کرنے میں بھی جرأت رکھتے ہیں اور جہاں کہیں انہیں اپنی غلطی معلوم ہوتی ہے وہ فوراً رجوع کر لیتے ہیں اور اپنی غلطی پر نادم بھی ہوتے ہیں یہ مقام مجاہدہ کی ایک شان ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت قریش مکہ کے پاس جاتے ہیں انہوں نے تسلیم و رضا کے سوا اور کوئی جذبہ پیش نہیں کیا اور ان کے عشق رسول کا یہ عالم ہے کہ قریش مکہ نے کہا بھی کہ آپ طواف کر لیں لیکن ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طواف نہیں کرنے دیں گے۔ انہوں نے قریش مکہ کو صاف لفظوں میں جواب دیا کہ ان کے بغیر میں طواف نہیں کروں گا۔

کہ بے موجود تو اسباب شادی
نشاید خاطر ناشاد ما را

حضرت عثمان غنیؓ سراپا تسلیم و رضا ہیں

اس بات پر قریش نے انہیں واپس جانے سے روک دیا اور خبر اڑا دی کہ انہیں قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر پندرہ سو صحابہ کرامؓ سے جانثاری کی بیعت لی کہ عثمانؓ کے خون کا انتقام لیے بغیر نہ جائیں گے۔ پھر عثمانؓ کی بیعت رضوان کے موقعہ پر عدم شرکت کو اس طرح پورا کیا کہ اپنے بائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا دایاں ہاتھ تصور کر کے عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی تاکہ وہ اس شرف سے کیوں محروم رہ جائیں۔ یہ تمام باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کا مقام سراپا تسلیم و رضا ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

آقا کی مرضی کے خلاف ایک قدم اٹھانا ان کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے جہاں بھیج دیا چلے گئے جہاں روک دیا رک گئے۔ جس آزمائش میں ڈالا پورے اترے خواہ جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔

صلحنامہ کی کتابت حضرت علیؓ کے سپرد تھی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد صلحنامہ کی کتابت کا کام تھا۔ جس وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا گیا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ عرب کے پرانے طریق پر باسمک اللھم لکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اسی طرح لکھ دو۔ لیکن جب محمد رسول اللہ لکھا تو سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو رسول تسلیم کر لیں تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے جھگڑا تو اسی بات کا ہے کہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں ملنتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ مانیں یا نہ مانیں میں رسول اللہ ہی ہوں تاہم سہیل کے اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ "رسول اللہ" کے لفظ کو کاٹ دو۔۔۔۔۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی یارسول اللہ! میں تو رسول اللہ کے لفظ کو اپنے ہاتھ سے کاٹ سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سن کر اپنے دست مبارک سے "رسول" کے لفظ کو قلمزن کر دیا۔۔۔۔

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فطرت میں یہ بات داخل تھی کہ جس بات پر ایمان و ایقان

س پر مضبوطی سے ڈٹ گئے جس بات کا فیصلہ دے دیا اس پر نظر ثانی یا رجوع نہیں کیا اس لیے آپ ؓ "اقضاکُم علیؓ" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

قاضی کا فیصلہ نظر ثانی کا بھی محتاج نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس سے رجوع کیا جائے اگر اس کے اپنے فیصلہ میں کہیں سقم بھی ہے تو اس سے بڑی اتھارٹی اس سقم کو دور کر سکتی ہے قاضی (جج) نے اپنے فیصلہ کو صحیح سمجھ کر لکھا ہے۔ ہاں اس سے بڑی اتھارٹی ہائی کورٹ اس کے فیصلہ کو رد و بدل کر سکتی ہے لیکن جج اپنے فیصلہ کو رد و بدل نہیں کر سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی طبیعت کا اندازہ کر کے خود دست مبارک سے "رسول اللہ" کے لفظ کو قلمزن کر دیا۔

یوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ساری زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایمان و ایقان کی دولت کے ساتھ ساتھ ان میں شجاعت، سخاوت، عزیمت اور عدالت کے اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ اہل ارادہ کی یہ حالت ہے کہ کسی بات پر فیصلہ کر لینے کے بعد اس پر نظر ثانی کا موقعہ ہی آنے نہیں دیا۔

پانچ سال کی عمر میں حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک فرد کی حیثیت سے رہنے لگے۔ دس سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوتے ہیں۔ رات بھر دعوت اسلام پر غور کرنے کے بعد صبح کو کلمہ تشہد پڑھا۔ پھر تمام عمر صحبت میں گزار دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر کے ایک فرد ہی سمجھے جاتے رہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقعہ پر تمام امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں تاکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے وہ ان کے اصل مالکوں کو جوں کی توں پہنچا کر آ جاویں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت علیؓ کی دلداری کرتے رہے ہیں

مدنی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو شرف دامادی بخشا ان کی دلداری فرماتے رہے اگر وہ قدرے حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہو کر مسجد کے صحن میں مٹی میں آ لیٹتے تب بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے پیار اور محبت کے ساتھ قریب آ بیٹھتے اور ان کو ابوتراب کہہ کر اٹھاتے ہیں۔

حضرت حسینؓ سے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا پیار تھا اور ان کو اپنے بیٹے سمجھتے تھے

Marfat.com

اسی لیے نجران کے عیسائیوں کو جب دعوت مباہلہ دی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو ہی اہل و عیال سمجھ کر باہر میدان میں لے آتے ہیں۔

جنگ خیبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو علم سپرد کرتے ہیں اور خیبر کا قلعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے فتح ہو جاتا ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عنایات تھیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فرمائی جاتی تھیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی بہت زیادہ توصیف فرمائی

یمن کے صدقات اور زکوٰۃ کی وصولی پر کچھ لوگوں کو حضرت علیؓ کے متعلق شکایات غلط فہمی کی بنا پر پیدا ہو گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی توصیف فرمائی اور فرمایا جس کا میں صاحب ہوں علیؓ بھی اس کے صاحب ہیں جو علیؓ سے دشمنی کرے گا وہ مجھ سے دشمنی کرے گا، اس کا گوشت میرا گوشت، اس کا خون میرا خون ہے۔

یہ دلداری اور محبت کے الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی علو شان کو ظاہر کر رہے ہیں پھر دلداری کے انداز کو سامنے رکھیے کہ غزوۂ تبوک میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو گھر چھوڑ جاتے ہیں تاکہ ان کے بعد دیکھ بھال کرتے رہیں۔ اس پر منافقین نے کہنا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے ناراض ہیں اس لیے ان کو اپنے ساتھ جنگ میں لے کر نہیں جاتے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شفقت آمیز الفاظ سنکر حضرت علیؓ مدینہ منورہ واپس آ گئے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ تکلیف دہ اور طعن آمیز الفاظ پریشان کرنے لگے آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل پڑے اور تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے پر ان سے جا ملے۔ پھر منافقین کے الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنائے اور غم کا اظہار کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور دلداری فرماتے ہوئے کہا کہ تمہاری میرے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام

کے ساتھ ہے لیکن ہارون علیہ السلام نبی ہے تم نبی نہیں ہو۔ یہ شفقت آمیز الفاظ سن کر حضرت علیؓ واپس مدینہ منورہ گئے۔ اس کے برعکس غزوہ بدر کے موقعہ پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کو روک دیا کہ وہ اپنی زوجہ محترمہ کی تیمارداری کریں ان کو اہل بدر سے شمار کیا جائے گا وہ مدینہ منورہ ہی رُکے رہے۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ سے محبت تھی وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلداری کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حضرت علیؓ کی قدرومنزلت کرتے

ہر سہ خلفائے سابقہ کے دور ہائے خلافت میں بھی ہر شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خاندان نبوت سے شمار کرتا ہوا بے انتہا ان کا احترام کرتا اور ہر سہ خلفائے راشدینؓ بھی ان کی رائے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان کے مشورہ پر عمل کرتے جہاں کہیں کسی مسئلہ میں حضرت علیؓ اپنی رائے قائم کر لیتے تو ان کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظرثانی کریں یا اپنی رائے سے رجوع کریں۔

حضرت علیؓ میں خود اعتمادی کی صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان نبوت تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی طبیعت میں خود اعتمادی نس نس میں رچ گئی تھی۔ اس لیے ان کے بارے میں "اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ" فرمایا ہے۔ قاضی کا کام ہوتا ہے کہ فیصلہ صادر کرنے کے بعد پھر وہ اپنے فیصلہ پر قائم رہتا ہے اور اس فیصلہ پر نظرثانی نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی رائے سے رجوع کرتا ہے۔ عدلیہ میں تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن انتظامیہ میں بعض اوقات نظرثانی بھی کرنا پڑتی ہے اور بعض اوقات خاص خاص حالات میں رجوع بھی کرنا پڑتا ہے اگر کچھ بھی نہ ہو تب بھی اپیل کنندہ کی تسلی کرنا تو ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ اپنے فیصلہ پر نظرثانی بھی کرتے اور کسی غلط رائے سے رجوع کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے

حضرت عمر فاروقؓ کو اس معترض کے بارے میں اپنی پوزیشن کو واضح کرنا پڑا جس نے ان کی قمیص

کے بارے میں اعتراض کیا تھا کہ آپ نے بیت المال کے مال سے خیانت کی ہے کیونکہ اپنی قمیص کے تیار کرنے میں آپ کو دو چادروں کے استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ آپ کے حصہ میں صرف ایک ہی چادر آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ امیرالمومنینؓ قمیص بنانا چاہتے تھے لیکن کپڑا تھوڑا تھا اس لیے میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی امیرالمومنینؓ کو دے دی۔ یہ بات سن کر وہ معترض مطمئن ہو گیا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے زیادہ رقم کے مہر کو روکنے کے لیے مجلسِ شوریٰ طلب کی اس وقت جبکہ مہر کو ایک حد تک مقرر کرنے کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ ایک بڑھیا کی آواز نے حضرت عمرؓ کو چونکا دیا۔۔ آواز تھی۔۔۔۔۔ کہ اے عمرؓ! یہ کیا کر رہے ہو اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا" یہ سنکر حضرت عمرؓ بول اٹھے کہ عورت نے سچ کہا ہے، عمرؓ غلطی پر تھا۔

حضرت عمرؓ کا زانیہ حاملہ کے رجم کے فیصلہ سے رجوع کرنا اور اقرار کرنا کہ عمر ہلاک ہو گیا ہوتا اگر علی نہ ہوتے وغیرہ ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو ظاہر کر رہی ہیں کہ باوجود علو مرتبت کے وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی بھی کرتے اور اگر ضرورت ہوتی تو اپنی رائے سے رجوع بھی فرما لیتے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے فیصلہ جات پر نظر ثانی بہت دفعہ کی ہے اور جہاں اپنی رائے کو وزنی دیکھا وہاں وہ اپنی رائے پر قائم رہے اور کسی کی مخالفت کو خاطر میں نہیں لائے۔ ویسے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں انہوں نے کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ لوگوں کے اعتراضات کو خوب غور سے سنتے اور جہاں سقم دیکھتے اس کو دور فرماتے۔ ہر مسئلہ کو مجلسِ شوریٰ میں رکھ دیتے پھر جو فیصلہ ہوتا اس کو تسلیم کر لیتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے مجلسِ شوریٰ میں ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کو رکھا۔ تحمل و بردباری اور تواضع سے اپنی بات کو منوایا اور جہاں دیکھا کہ ساتھی کی رائے وزنی ہے اور اس میں دین کی بہتری ہے تو اس کی رائے کو قبول کر لیا۔ قرآن پاک کو ایک جلد میں محفوظ کر لینے میں آخر حضرت عمر فاروقؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک قرآن کمیٹی مقرر کی۔

---

* اور تم نے ان میں سے کسی کو بہت سا مال دے دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

فقہی مسائل میں حضرت علیؓ کی رائے نہایت موزوں مگر انتظامیہ میں ان کی پختگی رائے حصولِ مقصد میں حارج ہوتی تھی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی رائے کو جانچ تول کر قائم کرتے پھر اس پر ایسے قائم ہو جاتے کہ کسی مشیر یا ہمدرد ساتھی کی رائے ان کو متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ فقہی مسائل میں ان کی رائے یا فیصلہ حرفِ آخر ہوتا تھا مگر انتظامیہ اور سیاسی معاملات میں یہ پختگی رائے ان کے حصولِ مقصد میں حارج ہوتی رہی مثلاً حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشورہ دیا کہ عثمانیؓ عہد کے عُمّال اور والیان کو یک لخت معزول نہ کریں۔ صرف بیعت لینے کے لیے کہیں۔ مگر حضرت علیؓ نے ان کے مشورہ کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے عہد عثمانی کے عہدہ داروں کو برطرفی کے احکام ہی نافذ نہیں کیے بلکہ ان کی بجائے نئے عُمّال اور والیان کو حکمنامے دیکر روانہ بھی کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یمن مصر اور بصرہ میں تو نئے گورنروں نے چارج لے ہی لیا لیکن کوفہ اور دمشق سے مقررہ کردہ گورنر واپس آ گئے پھر شام کے گورنر کی برطرفی تو درکنار وہ تو حضرت علیؓ کے لیے ایک زبردست حریف ثابت ہوئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کو حضرت عمرؓ نے یکلخت برطرف نہیں کیا

یوں تو حضرت عمرؓ نے بھی ۱۳ھ میں مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک درجہ تنزل کا حکم اس وقت بھیجا جب کہ یرموک کا محاذِ جنگ قائم تھا اور حضرت خالدؓ بن ولید سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور جنگ یرموک مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک درجہ نیچے کیا تھا مگر حمص کی فتح کے بعد ۱۷ھ میں انہیں معزول کر دیا تھا

سعدؓ بن ابی وقاص کی برطرفی

اسی طرح حضرت سعدؓ بن ابی وقاص گورنر کوفہ کو انتظامیہ کے تحت ۲۱ھ میں اس وقت معزول کیا جاتا ہے جبکہ نہاوند کا معرکہ انہیں کے علاقے میں ہونے والا ہے اور ایرانی یہ سمجھ چکے تھے کہ قادسیہ

کی جنگ میں انہیں عبرتناک شکست دینے والا یہی سپہ سالار اور گورنر سعدؓ بن ابی وقاص ہے جواب معزول ہوکر دارالخلافہ میں پہنچ چکا ہے اور ان ایرانیوں کے خیال کے مطابق اس نہاوند کے معرکہ میں مسلمانوں سے تمام سابقہ شکستوں کا حساب چکایا جائے گا۔

عہد فاروقیؓ میں یہ برطرفی یا تنزلی

مسلمانوں کی فتوحات پر اثر انداز نہ ہوئی

حضرت عمرؓ کے اس رعب و داب اور جلالت شان کا اندازہ کیجیے کہ خالدؓ بن ولید اور سعدؓ بن ابی وقاص ایسے سپہ سالاروں کی تنزلی یا برطرفی سے مسلمانوں کی فتوحات میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ یہ واقعات ۱۷ھ اور ۲۱ھ کے ہیں لیکن ۳۶ھ کے حالات کا مقابلہ کیجیے کہ جب کوفہ، بصرہ، دمشق، یمن اور ملک مصر کے عہد عثمانی کے گورنروں کو برطرف کیا جاتا ہے تو کوفہ والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کے خلاف حضرت ابوموسیٰ اشعری کو اپنے لیے حکمران پسند کرتے ہیں اور ملک شام کے لیے گورنر سہیل حنیف کو تبوک کے مقام سے چند سوار واپس کر دیتے ہیں کہ اسی میں بہتری ہے کہ آپ دارالخلافہ واپس چلے جائیں۔ پھر حضرت علیؓ کا پورا دور خلافت والی دمشق کو مطیع کرنے میں صرف ہو جاتا ہے لیکن معاملہ جوں کا توں ہی رہتا ہے۔ والی دمشق تو ان کے حریف اور مدمقابل تھے معاملہ کی نزاکت پر بے انتہا تعجب ہوتا ہے کہ جب ۳۸ھ کے اخیر میں بصرہ کے گورنر حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی چچا زاد بھائی اور ان کے خاص مشیر اور معتمد علیہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے بیت المال کی رقم بے جا خرچ کی ہے۔ جب باز پرس کی گئی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ خرچ کردہ رقم ان کی اپنی تھی بیت المال کی نہیں تھی جس کو خرچ کرنے کا ان کو حق ہے اور ساتھ ہی اپنا استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا کہ ایسی گورنری سے باز آیا آپ یہ گورنری کسی اور کے سپرد کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی

حضرت عقیل بھی ناراض ہوکر دمشق پہنچ جاتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی حضرت عقیلؓ بن ابی طالب امیرالمومنین سے رنجیدہ ہوکر

Marfat.com

امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ان کی بہت زیادہ خاطر ومدارات کی اور وزیر بھی مقرر کر دیا۔ دلآزاری کے ایسے واقعات ہیں جس کی بناء پر کہنا پڑتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے زہد وتقویٰ کے ساتھ ان کے حقیقی بھائی اور قریبی رشتہ دار بھی چل نہیں سکتے تھے۔ انتظامیہ اور سیاسی حالت کے تحت ایسے واقعات صرف دلآزاری کا موجب ہی نہیں بنتے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اپنے حصولِ مقصد میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔

حضرت علیؓ اپنے دورِ خلافت میں عبیداللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قصاص میں قتل کرنا چاہتے تھے

ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اپنی طبیعت میں پختگی رائے کا یہ عالم ہے کہ وہ عبیداللہ بن عمرؓ کو ہرمزان نومسلم کے قتل کے قصاص میں قتل کروانا چاہتے تھے۔ عبیداللہ بن عمرؓ وہاں سے بھاگ کر دمشق گیا اور جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے خلاف لڑتا ہوا کام آیا حالانکہ ہرمزان کا خون بہا حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے پاس سے ادا کر دیا تھا اور ایسی مثالیں پہلے بھی عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عہدِ صدیقیؓ میں پائی جاتی ہیں۔

بہرحال یہ فیصلہ بھی تو حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کا ہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری حضرت عثمان غنیؓ پر ہی عائد ہوتی ہے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی پھر اس قصاص کے مسئلہ کو پورے ساڑھے بارہ سال کے بعد چھیڑ دیا اور کوشش کی کہ ہرمزان کے قصاص میں عبیداللہ بن عمرؓ کو قتل کر دیا جائے۔

ہر سہ خلفائے راشدینؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو تسلیم کرتے رہے اور جہاں کہیں کوئی اختلاف کی ہوا تو رواداری کے تحت ان کے اختلاف کو برداشت بھی کرتے رہے۔

حضرت علیؓ نے عہدِ عثمانیؓ میں چالیس دُرّے لگوائے اور مسلکِ صدیقی کو پسند فرمایا

ولید بن عقبہ گورنرِ کوفہ پر شراب کا الزام عائد کیا گیا۔ چونکہ کوئی عینی شاہد نہیں تھا صرف اس قدر مشکل تمام

Marfat.com

بیان کیا گیا کہ اسے شراب پیتے تو نہیں دیکھا گیا البتہ شراب کی قے کرتے دیکھا ہے اور شراب کے چند قطرات اس کی داڑھی سے ٹپک رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ حد قائم کرنا چاہیے چنانچہ حد قائم کی گئی جب چالیس دُرے لگ چکے تو عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اکتالیسواں درہ لگانے سے حضرت علیؓ نے روک دیا اور فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے شراب کی حد اسی دُرے قائم کی تھی وہ بھی درست ہے اور صدیق اکبرؓ نے صرف چالیس دُرّے ہی لگوائے ہیں وہ بھی درست۔ لیکن مجھے اس معاملہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کا مسلک زیادہ پسند ہے اس لیے صرف چالیس درے ہی پر ہی اکتفا کیا گیا۔

حضرت علیؓ کی خلافت کیوں کامیاب نہیں ہوئی

(۱) اسی طرح بے شمار مثالیں ہیں کہ خلفائے سابقہؓ اپنے دور ہائے خلافت میں حضرت علی کرم اللہ کی رائے کو تسلیم کرتے رہے اور جہاں کہیں رائے کا اختلاف ہوتا وہاں ان کو کبھی رجوع کرنے کے مجبور نہ کرتے۔ لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنا دورِ خلافت آیا تو اپنی رائے کی پختگی اور اٹل ارادہ معاملات میں سدِ راہ بن گیا اور ان کے اپنے بھائی عزیز اور دوست آپ کے ساتھ نہ چل سکے جس کا نتیجہ ہوا کہ خلافت کے کام پیچیدہ در پیچیدہ ہوتے گئے اور نتائج خلافِ توقع برآمد ہوتے رہے۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے ناکام ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ایسے ناساز حالات میں خلافت سنبھالتے ہیں جب کہ لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ بلوائی اور سبائی مدینہ پاک کی گلیوں میں دندناتے پھر رہے تھے۔ غافقی بن الحرب، مالک اشتر، بشیر کنانی، حکیم بن جبلہ، حرقوس بن زہیر، صعصعہ بن صوحان، محمد بن ابی بکر وغیرہ کی حکومت تھی جو کہ قاتلینِ عثمانؓ سمجھے جاتے تھے۔ غافقی بن الحرب تو مسجدِ نبوی میں پیش امام کی حیثیت سے نماز پڑھاتا تھا۔

خونِ عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ زور پر تھا

شرفائے مدینہ کچھ تو پہلے ہی مدینہ منورہ چھوڑ چکے تھے۔ کچھ چھوڑنے والے تھے اور بچے کھچے لوگ اپنے مکانوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ قتل عثمانؓ کے بعد کچھ دن تو بلوائیوں نے افراتفری کا دور قائم رکھا پھر سوچا کہ باہر کے صوبہ جات سے اگر فوجیں اس قتل کی خبر سن کر آنا شروع ہوگئیں تو ان کی خیر نہیں اس لیے انہوں نے حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ وفود بھیجے

ہر ایک کو خلافت سنبھالنے کے لیے مجبور کرنے لگے لیکن ہر ایک نے انکار کر دیا۔ آخر مدینہ منورہ کے لوگ بھی حضرت علیؓ کو خلافت کا مستحق سمجھنے لگے تھے...... ایک ہفتہ کے بعد ۲۵ ذوالحجہ ۳۵ھ کو حضرت علیؓ بیعت لینے کے لیے رضامند ہو گئے۔ مالک بن اشتر نخعی سب سے پہلے بیعت کرنے والا تھا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے خونِ عثمانؓ کے قصاص کی شرط پر بیعت کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص، اسامہ بن زید، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے بزرگوں نے عہد کیا کہ ہم آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ البتہ ہمیں سوچنے سمجھنے دیں جب سب متفق ہو جائیں گے ہم بھی بیعت کر لیں گے۔

اصل بات یہ تھی کہ خونِ عثمان کے چھینٹے نہ صرف مدینہ منورہ کی گلیوں اور قصرِ خلافت کے در و دیوار پر نظر آ رہے تھے بلکہ اس خونِ عثمان کے چھینٹے تو مکہ مکرمہ، کوفہ اور بصرہ تک پہنچ چکے تھے۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خون آلود قمیص اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی تین انگلیاں تو دمشق کی جامع مسجد میں لٹکی ہوئی نظر آنے لگیں۔ شہادت عثمانؓ کے یہ تمام واقعات زبانِ حال سے مطالبہ کر رہے تھے کہ ان کا قصاص لینا ہر شخص پر لازم ہے

خونِ عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کیوں نہ کرتے؟ ...... آخر ایک ایسے امیر المومنینؓ کو قتل کیا گیا تھا جس کی حکومت کے ڈنڈے ملک سندھ سے لے کر فرانس کے دروازہ تک، لیبیا سے لے کر ثمر قند اور کابل تک پھیلے ہوئے تھے اور پھر قصرِ خلافت بھی اس وقت قتل ہوئے جبکہ وہ روزہ سے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے اور پھر کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذات کی حفاظت کی خاطر کسی ایک کی بھی نکسیر پھوٹنے نہیں دی.... تعجب اس بات کا کہ ان کی لاش کو تین روز تک بے گور و کفن ہی نہیں رہنے دیا بلکہ خوب جی بھر کر ان کی بے حرمتی کی۔ تیسرے روز شام کے جھٹپٹے میں سترہ آدمیوں نے اسی خون آلود کپڑوں میں ان کی نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن کر دیا...

کیا ایسے واقعات لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو گئے تھے؟......

بلوائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
ساتھ سایہ کی طرح چل پھر رہے تھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود بے قرار تھے کہ کسی نہ کسی طرح امن ہو جائے تو خونِ عثمان کا قصاص لیا

Marfat.com

ملتے لیکن یہ بلوائی اور سبائی ہیں جو ان کے دائیں بائیں، آگے پیچھے کچھ اس طرح پھیلے ہوئے ہیں جو ان کے لیے کئی قسم کی پریشانیاں پیدا کر رہے ہیں۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بیعت کے دوسرے دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عثمان غنیؓ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضرت علی کرم نے انہیں بتایا کہ حالات ٹھیک ہو جائیں اور خلافت مستحکم ہو جائے تو خونِ عثمان کا قصاص لیا جائے قاتلینِ عثمانؓ کو پوری پوری سزا دی جائے گی۔ ادھر بلوائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ سایہ کی طرح چل پھر رہے تھے۔ ان کی انتہائی خواہش تھی کہ قصاص کا موقعہ ہی نہ آئے۔

اب ایسے نازک حالات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافت قبول کرتے ہیں جبکہ بلوائیوں کی چاروں طرف پھیل چکی ہیں اور ان کی انتہائی خواہش تھی کہ قصاص کا معاملہ کھٹائی میں ہی پڑا رہے۔ ویسے تو اس سے بھی زیادہ نازک حالات تھے جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ خلافت سنبھالتے ہیں۔ ارتداد کا زور تھا، متنبیان کی ایک جماعت ملکِ حجاز کو ارتداد کی لپیٹ میں لے چکی تھی، منکرینِ زکوٰۃ نے الگ شورش شروع کر رکھی تھی۔ قیصرِ روم کی فوجیں موقعہ کی تلاش کر کے شرجیل غسانی کی امداد کے بہانے ملکِ حجاز پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔

منکرینِ زکوٰۃ اور مرتدین کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ کا جہاد

حضرت صدیق اکبرؓ نے مجلسِ شوریٰ قائم کی .... سب کی رائے تھی کہ منکرینِ زکوٰۃ کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے اور مرتدین کا مقابلہ ڈٹ کر کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ ایسے شخص بھی یہی رائے دے رہے تھے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے برملا کہا کہ منکرینِ زکوٰۃ سے اسی طرح جنگ کی جائے گی جس طرح مرتدین سے جدال و قتال کیا جائیگا اور منکرینِ زکوٰۃ سے اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے گی جب تک بکری کے بچے کا ایک تسمہ جو وہ عہدِ رسالت میں زکوٰۃ کے طور پر دیا کرتے تھے وصول نہ کر لیا جائے اسی طرح اسامہ بن زیدؓ کا لشکر سرحدات پر اسی کی سرکردگی میں جائے گا خواہ مجھے معلوم ہو جائے کہ مدینہ منورہ میں مجھے تنہا پاکر درندے پھاڑ کھائے گا۔ یہ ہر سہ کام ہو کر رہیں گے۔ ان الفاظ میں عزیمت تھی کہ تمام صحابہ کرامؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے آگے جھک گئے اور ہر کہ دمہ یہ کہنے پر مجبور ہوا۔ آٹھ نو ماہ کے قلیل عرصہ میں تمام ملک عرب از سرِ نو اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ بعد ازاں آپ نے عراق اور شام کے ملک کی طرف پیشقدمی کی تا آنکہ سوا دو سال کے قلیل عرصہ میں آپ نے اپنے کے سامنے ملک گیری اور ملک داری کا پروگرام تھا اور اندرونی خدشے اور جھگڑے ختم ہو چکے تھے

Marfat.com

حضرت علیؓ بھی نازک حالات میں خلافت سنبھالتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت مخدوش حالات میں خلافت سنبھالتے ہیں، شجاعت اور عزیمت تو ان میں بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ لیکن اپنی رائے قائم کرنے کے بعد کسی کا مشورہ ان کو رجوع نہ کر سکتا نظر ثانی کرنے پر بھی انہیں کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا......

ایک دفعہ حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ ان کے پاس آئے کہ آپ نے ہم سے کسی بات میں بھی مشورہ طلب نہیں لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ایسی کونسی بات ہے جس میں آپ کا مشورہ طلب کروں؟ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو مشورہ دیا کہ عہد عثمانیؓ کے عاملوں اور والیوں کو فوراً ہی برطرف نہ کریں بلکہ ان سے بیعت طلب کریں۔ اس مشورہ پر بھی غور نہ کیا گیا۔ پھر عرض کیا کہ کم از کم امیر معاویہؓ کو برطرف نہ کریں بلکہ ان سے بیعت طلب کریں۔ انہوں نے ان کی اس بات کو بھی کوئی وقعت نہ دی البتہ جب سہیل بن حنیف شام کا نیا مقرر کردہ گورنر تبوک کے مقام پر پہنچا تو اس کو ملک شام کے چند سوار ملے انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ سہیل نے جواب دیا کہ میں شام کا نیا گورنر ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کو حضرت عثمان غنیؓ نے گورنر بنا کر بھیجا ہے تو خیر ورنہ دار الخلافہ واپس پہنچ جاؤ اس میں بہتری ہے۔ سہیل بن حنیف واپس مدینہ منورہ آگیا۔ بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہؓ کو بیعت کے لیے لکھا...... اسی طرح کوفہ میں نئے مقرر کردہ گورنر عمارہ بن شہاب کو طلیحہ بن خویلد راستہ میں ملتا ہے اس سے بھی طلیحہ نے کہا کہ کوفہ کے لوگ سوائے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے اور کسی کو گورنر پسند نہیں کریں گے۔ اس لیے تم دار الخلافہ واپس چلے جاؤ ورنہ میں تمہاری مزاحمت کرتا ہوں۔ عمارہ بن شہاب دار الخلافہ میں واپس آگیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے بامر مجبوری حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا گورنر حسب سابق رہنے دیا۔

اور ملک شام کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارادہ کر لیا کہ اس پر حملہ کیا جائے اور بزور شمشیر امیر معاویہؓ سے بیعت لی جائے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور حضرت اسامہؓ بن زید بھی دمشق پر چڑھائی کرنے کے خلاف تھے

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو جب ملک شام پر لشکر کشی کے لیے دعوت دی گئی تو انہوں نے معذرت

علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی تلوار عنایت فرمائیں جو بوقت کاٹ مسلمان اور کافر میں تمیز کر دے۔ جب محمد بن مسلمہ کو کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسلمان آپس میں لڑیں تو اس وقت اپنی تلوار کو اُحد پہاڑ پر مار کر توڑ دینا۔ چنانچہ میں نے کل اپنی تلوار کو پہاڑ پر لے جا کر توڑ دیا ہے۔ حضرت اسامہؓ کو جب فوج میں شامل ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہرگز نہیں لڑوں گا۔

جنگِ جمل نے امیر معاویہؓ کے موقف کو اور زیادہ تقویت دی

ان باتوں کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ملکِ شام پر حملہ کرنے کی تیاری جاری رکھی۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ایک جمعیت کے ساتھ بصرہ میں جمع ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے وہ مقام نہایت مصیبت کا تھا آپ بہت جلد بصرہ پہنچے۔ فریقین نے بہت کوشش کی کہ آپس میں جنگ شروع نہ ہو معاملہ افہام وتفہیم سے ہی سلجھ جائے۔ ویسے سلجھنے میں کوئی دیر بھی نہ تھی کہ بلوائی، سبائی اور قاتلین عثمان جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں سایہ کی طرح چل پھر رہے تھے انہوں نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر پر شبخون مارا جس کے نتیجہ میں باقاعدہ جنگ کی نوبت آئی معاملہ آخر سلجھا اس وقت جب کہ طرفین سے دس ہزار مسلمان میدان جنگ میں کام آئے۔ اس جنگ جمل نے حضرت امیر معاویہؓ کے موقف کو زیادہ تقویت پہنچائی۔

قاتلین عثمان ہر مقام پر قصاص سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں بلوائی اور سبائی کچھ اس طرح گھل مل گئے کہ ان کو علیحدہ کرنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔ جب حضرت قعقاع بن عمرو دانشمند بزرگ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس قاصد کی حیثیت سے جاتے ہیں تو معاملہ اس صورت میں بہت طے ہو رہا تھا کہ قاتلینِ عثمان کو حضرت علیؓ اپنے لشکر سے الگ کر دیں تو حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کی بیعت کر لیں گے۔ جب حضرت قعقاع بن عمرو نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ان کی بات پیش کی تو بارہ ہزار فوجی بیک زبان ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے ہم سے قصاص لیا جائے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ ہو گئے۔

Marfat.com

۳۷ھ صفر کے دوسرے ہفتہ کو تیس بتیس گھنٹہ کی متواتر شمشیر زنی کے بعد جب لڑائی کسی نتیجہ پر
پہنچ رہی تھی تو ان بلوائی لوگوں نے لڑائی بند کروادی کہ قرآن کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے ۔حضرت علیؓ
لڑائی کو بند کرنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی اشتر مالک کو قلب سے واپس بلانے کے لیے تیار تھے اس
لیے کہ فتح آنکھوں کے سامنے نظر آرہی تھی ۔ اس وقت بلوائیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مجبور کیا کہ
اشتر مالک کو قلب سے واپس بلالیا جائے ورنہ ہم آپ کے ساتھ وہی سلوک کریں گے ۔جو عثمانؓ
کے ساتھ کیا ہے ۔

بلوائیوں نے خود ہی جنگ کو بند کروایا اور

پھر خود ہی اس کی مخالفت کرنا شروع کردی

جب مجبور ہو کر جنگ بند کردی گئی اور تحکیم کو قبول کر لیا گیا تو یہی لوگ کہنے لگے کہ انسانوں کو کیوں ثالث مقرر کیا ہے ؟ ...... اور باقاعدہ منظم ہو کر" ان الحکم الا اللہ " کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے اس طرح کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بہت زیادہ پریشان کردیا یہاں تک کہ معرکہ نہروان تک سلجھانے اور بجھانے کے باوجود ان کی زیادتی اور سرکشی بڑھتی ہی گئی ...... آخر سب کو تہ تیغ کیا ..... انہیں لوگوں کے بچے کھچے تین افراد میں سے ایک عبد الرحمٰن بن ملجم کے ہاتھ حضرت علیؓ نے خود بھی جام شہادت نوش کیا ۔

(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مسند خلافت پر بیٹھتے ہی عہد عثمانی کے عاملوں اور والیوں کو برطرف کردینا سیاسی طور پر ٹھیک ثابت نہ ہوا بالخصوص ملک شام کے والی امیر معاویہؓ کو برطرف کرنے کے ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بے شمار الجھنیں پیدا ہوگئیں ۔

دنیا کے تین دروازے ہیں دمشق مغرب کا دروازہ ہے

یاقوت حموی کا قول ہے کہ دنیا کے تین دروازے ہیں :

- نیشاپور مشرق کا دروازہ ہے ۔
- دمشق مغرب کا دروازہ ہے ۔
- موصل مشرق اور مغرب کا دروازہ ہے ۔

Marfat.com

دنیا کے یہ تینوں دروازے عہد فاروقیؓ اور عہد عثمانیؓ سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلے آرہے تھے۔ اقوام مغرب عہد رسالت سے ہی ملک شام کے راستہ سے موقعہ کو تلاش کر رہے تھے کہ مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی نئی سلطنت پر حملہ کریں اور اس کو کسی طور پر پنپنے نہ دیں۔

جنگ موتہ، غزوہ تبوک، اسامہؓ کی لشکرکشی، جنگ یرموک اور فتوحات شام کے سلسلہ میں معرکہائے حرب و ضرب اسی وجہ سے ہوئے ہیں کہ اقوام مغرب کی ریشہ دوانیاں ختم کرکے رکھ دی جائیں اور پھر جہانگیری اور جہانداری کے اسلامی اصولوں سے اسلام کو پھیلنے کا موقعہ دیا جائے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۷ھ میں بیت المقدس کے سفر سے واپسی پر جابیہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ اس وقت آپ نے حضرت شرجیلؓ بن حسنہ گورنر دمشق کو برطرف کرکے معاویہ بن ابی سفیان ایک نوجوان کو وہاں کا گورنر بنایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ اہم تبدیلی کیوں فرمائی ہے؟ جواب دیا کہ شرجیلؓ بن حسنہ کو کسی خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا بلکہ یہاں پر ایک مضبوط اور سیاسی قسم کے گورنر کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے سے امیر المومنین خوب سمجھتے تھے کہ میں نے مغرب کے حملوں کا سدباب کر دیا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ ۱۷ھ سے دمشق کے گورنر چلے آرہے ہیں

چنانچہ ۱۷ھ سے لے کر عہد عثمانی تک حضرات امیر معاویہؓ نے فتوحات بھی کیں اور ملک کے نظم و نسق کو اس طریق پر چلایا کہ سمندر میں بھی مسلمانوں کی قیادت تسلیم ہونے لگی اور اقوام مغرب کو دمشق کے دروازہ پر بیٹھ کر سمجھا دیا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی بجائے ان کی برتری کو تسلیم کر لینے میں ہی ان کی اپنی سلامتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقرر کردہ نئے گورنر سہیل بن حنیف کو چند سواروں نے تبوک کے مقام پر یہ کہہ واپس کر دیا تھا کہ امیر معاویہؓ کی موجودگی میں کسی اور کو ملک شام کی گورنری راس نہیں آئے گی۔

چوکس، باخبر پہرہ دار کی وجہ سے کسی دشمن کو مکان کے اندر گھسنے کی جرأت نہیں ہوتی

ممکن ہے کہ گورنر شام کے تحت الشعور میں یہ جذبہ کام کر رہا ہو کہ ہوشیار، چوکس اور باخبر پہرہ دار

بدل جانے سے دشمن مکان کے اندر گھس جانے کی کوشش کریں گے ہاں خاطر خواہ انتظام ہو جا۔
عدہ پہرہ دار کے ردوبدل کرنے میں خطرہ نہیں ہے۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پرُنسے پانچ سالہ دورِ خلافت میں روز بروز اندرونی خلفشار
اضافہ ہی ہوتا رہا ہے لیکن دروازہ پر چوکس، باخبر اور ہوشیار پہرہ دار کی وجہ سے اقوامِ مغرب کو حوصلہ
ہوا کہ قصرِ اسلام کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی سکیں۔

محمدؓ بن ابی بکر کی غلط پالیسی سے ملکِ

مصر حضرت علیؓ کے قبضہ سے نکل گیا

دوسری طرف ملکِ مصر کا بھی جائزہ لیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
قیس بن زید گورنر کی بجائے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تو وہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ
ئدہ پہنچانے کی بجائے خود اندرونی جھگڑوں میں ایسا الجھا کہ آخر قتل ہوا اور ملکِ مصر حضرت علیؓ
ہاتھوں سے نکل گیا...... حالانکہ محمد بن ابی بکر اگر سمجھدار ہوتا اور ملک مصر میں امن قائم رکھتا
جنگِ صفین میں چکی کے دو پاٹ میں آکر پس جانا۔

جنگ جمل کے دو نتائج حضرت علیؓ

کے لیے غیر مفید ثابت ہوئے

جنگ جمل کی ابتدا اگرچہ غلط فہمی کی بنا پر ہوئی اور بلوائیوں کی وجہ سے آگ بھڑک اٹھی مگر فریقین کے نفس
صفائی کی وجہ سے آگ ٹھنڈی ہوئی۔ تاہم اس کے دو بڑے نتائج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے غیر
مفید ثابت ہوئے

مسلمانوں کی تلوار پہلی مرتبہ مسلمانوں کے خلاف میان سے باہر آئی........
دس ہزار مسلمانوں کو ابدی نیند سلا کر تلوار میان میں گئی.......
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ ایسے پاکباز بزرگوں کے ساتھ مقابلہ!!
.......مورخ انگشت بدنداں ہے.......

Marfat.com

۱۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصل حریف حضرت امیر معاویہؓ کو موقعہ مل گیا کہ ایک سال تک مکمل تیاری کر سکیں اور ساتھ ہی جنگ جمل میں عدم شرکت کی وجہ سے اپنے موقف (خون عثمان کے قصاص) کو اور زیادہ واضح طریق پر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ آخر مختلف حضرات کو ہم خیال بنانے میں وہ کامیاب ہو گئے۔

پھر جنگ جمل تو محض غلط فہمی کی بنا پر ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالف فریق نے نہ صرف لڑائی سے دست کشی کر لی بلکہ اپنی رائے سے بھی رجوع کر لیا۔

جنگ صفین کیا بند ہوئی خوارج کا باب کھل گیا ۴

جنگ صفین تو آخر ایک ہولناک جنگ تھی جس میں عراقی اور شامی اپنی پوری طاقت کے ساتھ آپس میں گتھ گئے۔ اگرچہ ابتداء میں طرفین لڑنے سے گریز کرتے رہے اور فریقین ایک دوسرے کو اپنا موقف ہی سمجھاتے رہے اور ہر فریق کی یہ خواہش رہی کہ اس کے موقف کو سمجھ کر فریق ثانی اپنے موقف سے رجوع کرے لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو پہلا ہفتہ صرف فنون سپہ گری دکھانے میں ہی ختم ہوا مگر دوسرے ہفتے میں لیلۃ الہریر نے تو فتح و شکست کی آخری گھڑی کو قریب تر کر دیا کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ طرفین کے ستر اسی ہزار مسلمان اس جنگ میں کام آ گئے تب جا کر تحکیم کے مسئلہ پر جنگ ختم ہوئی۔

مگر حقیقت تو یہ ہے کہ جنگ کیا بند ہوئی سبائی اور بلوائی فرقہ نے خوارج کے باب کو کھول دیا جس کو بند کرنے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بحث و تمحیص اور افہام و تفہیم کے ہزار جتن کیے لیکن فتنہ کا دروازہ بند نہ ہوا۔ تا آنکہ معرکہ نہروان پیش آیا۔

حضرت علیؓ کے پیش نظر دین اور صرف دین ہے

ان تمام امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے کھلے الفاظ میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیش نظر دین اور صرف دین ہے اور اس دین کے مقابلہ میں آپ دنیوی مصلحت اور سیاست کو کبھی خاطر میں نہیں لائے آپ نے اس دین متین کے راستہ میں جان و مال، دوست اور ساتھی، عزیز اور بھائی سب کچھ قربان کر دیئے لیکن دین پر آنچ نہیں آنے دی اور اپنائے ہوئے اصولوں کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

۱۲ جنگ جمل کو جانے دیجئے۔ جنگ صفین میں آپ کا مقابلہ ایسے شخص کے ساتھ تھا جس کو حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۷ھ میں فتح بیت المقدس کے بعد دمشق کا گورنر بنایا تھا اور سابقہ گورنر حضرت شرحبیل بن حسنہ کو برطرف کر دیا تھا۔ یعنی حضرت امیر معاویہؓ کی سیاستدانی اور حکمرانی کو حضرت عمر فاروقؓ

نے

ں تسلیم کیا ہے۔

شام میں حضرت امیر معاویہؓ کی پوزیشن بہت مضبوط تھی

پھر حضرت امیر معاویہ ۱۳ھ سے ملک شام کی جنگوں میں حصہ بھی لیتے رہے ہیں اور بیس سال سے ام کے گورنر چلے آرہے تھے۔ ان کے نظم ونسق میں کسی طرح کا نقص پیدا نہیں ہوا، حالانکہ حضرت فاروق ؓ گورنروں کو ادلتے بدلتے رہتے جب کبھی تھوڑی بہت شکایت اس طور کی بھی سنی گئی کہ ایک رنر نے اپنے مکان پر دربان مقرر کر رکھا ہے تو اس گورنر کو برطرف کر دیا اور اس کے مکان کے دروازہ آگ لگانے کا بھی حکم دے دیا اور گورنر صاحب کھڑے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی رہے ہیں۔

لیکن امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ نے جب حضرت امیر معاویہؓ سے دریافت کیا کہ اتنی ٹھاٹ باٹ یوں بنا رکھی ہے تو حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ ہمارا تعلق رومیوں سے ہے اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہمیں یہ حقیر سمجھ کر ختم کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے یہ جواب سنا اور خاموش ہو گئے۔ اور ویسے حضرت عمرؓ ے دبدبہ اور جلالت شان کا یہ عالم تھا جب کبھی دار الخلافہ سے دمشق میں حکمنامہ پہنچتا تو گورنر کے چہرے کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی پوزیشن اور مضبوط ہو گئی تھی اس لیے کہ انہیں فتوحات کے بہت سے مواقع ہاتھ آئے۔ بحری بیڑا تیار کر کے جزیرہ سائپرس اور روڈرس میں بھی اسلامی سلطنت کی سیادت قائم ہو گئی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

امیر معاویہؓ کو بزور شمشیر ٹھیک کرنا چاہتے تھے

بہر حال یہی وجوہات تھیں جن کی بنا پر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کے دوسرے روز ہی مشورہ دیا تھا کہ امیر معاویہؓ کو برطرف کیا جائے لیکن انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا معاویہ کو ٹھیک کرنے کے لیے میرے پاس تلوار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کی کہ درست ہے کہ آپ شجاع ہیں مگر اَلْحَرْبُ خَدْعَۃٌ ..... (لڑائی میں داؤ گھات ہوتے ہیں) وہ سیاست میں ماہر ہیں۔

Marfat.com

ایسے ہی واقعات کی روشنی میں یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ سیاستدانی اور مصلحت بینی میں منفرد تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بار اپنی خلافت کے دوران فرمایا تھا کہ تم اصرہ اسلام کو دیکھنا ہو تو عرب کے امیر معاویہؓ کو دیکھ لو پھر اس سیاست دانی اور مصلحت بینی کے تحت داد و دہش اور انعام واکرام کی بارش ہر مخالف سے مخالف پر ہوا کرتی تھی۔ ان کا دستر خوان ہر ایک کے لیے بچھا رہتا تھا۔ بنی امیہ، صحابہ کبارؓ اور دوسرے ذی اقتدار لوگوں کے لیے حضرت امیر معاویہ کے ہاں ہر وقت باریابی رہتی......

عرب میں تین دماغ سیاستدانی میں مسلمہ ہیں

دنیا کے سیاستدانوں نے عرب کے تین حضرات کے تدبر اور سیاستدانی کی ہمیشہ تعریف کی ہے :-

۱ : حضرت امیر معاویہؓ

۲ : حضرت مغیرہؓ بن شعبہ

۳ : حضرت عمروؓ بن العاص

اور یہ تینوں حضرات دمشق میں جمع ہیں اور دیگر صحابہؓ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ چکے ہیں حتیٰ کہ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی امیرالمومنین سے ناراض ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ جاتے ہیں، وہ ان کی عزت افزائی کرتے ہیں اور معقول وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بصرہ کی گورنری سے مستعفی ہو گئے

اس کے برعکس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں بیت المال کے معاملہ میں جز رسی اور پوری پوری چیکنگ تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کے چچیرے بھائی اور خاص الخاص معتمد علیہ بصرہ کے گورنر ہیں۔ ان کے بارے میں جب یہ اطلاع موصول ہوئی کہ انہوں نے بیت المال کی رقم بغیر اجازت حاصل کیے خرچ کر دی ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اطلاع دینے والے کا شکریہ ادا کیا اور اس کا نام وضعداری کے تحت ظاہر بھی ہونے نہیں دیا اور اپنے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ گورنر بصرہ سے باقاعدہ باز پرس کی۔ اس باز پرس میں معاملہ یہاں تک پہنچا کہ انہوں نے یہ نجی جائیداد کہاں سے حاصل کی تھی جس کو خرچ کیا ہے؟ گورنر بصرہ نے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا اور لکھا کہ میں ایسی گورنری سے باز آیا۔ اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ چلے آئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اور ان کے ہم خیال

صحابہ کا زمانہ قریب قریب ختم ہو گیا تھا

ایسی بے شمار مثالیں ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیش نظر دین ہی دین تھا۔ دنیوی مصلحتوں سے انہیں دور کا تعلق نہ تھا۔ اپنی رائے سے جس بات کا فیصلہ کر لیں گے کوئی ان کو متزلزل کرنے والا نہیں تھا۔ ایسے حالات میں لامحالہ آپ کو خلافت کے ... میں بے انتہا دقتیں ہونی چاہیے تھیں جب کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اور ان کے ہم خیال صحابہؓ دنیا سے ... گئے تھے۔ اب صحابہؓ کم تھے ان کی اولاد تھی جنہوں نے روپے کی ریل پیل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ... طرف فتوحات کے وسیع تر دامن کو وہ دیکھ چکے تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس خونِ عثمان کے قصاص کا موقف تھا

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ہر فن اور ہر قسم کے لوگ آتے اور اپنا مدعا حاصل کرتے اور ... دینے وصول کرتے۔ پھر ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنیؓ کے خون کے قصاص کا موقف ... کو ان کی طرف کھینچے لیے جا رہا تھا جس کے دھبے اور چھینٹے دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ پھر ایسا ... ق ہے کہ وہی مالک اشتر، محمد بن ابی بکر، حکیم بن جبلہ، حرقوص بن زہیر وغیرہم جو قتل عثمان میں پیش پیش ... اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت میں بھی پیش پیش نظر آئے۔ یہ لوگ لشکر میں سایہ کی طرح سے حرکت ... کرتے تھے صرف اس لیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خون عثمان کا قصاص ان لوگوں سے نہ لے سکیں۔ یہ لوگ ... غرض کے تحت حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے۔

یہ لوگ باقاعدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں بھرتی نہیں تھے جن پر بھروسہ اور اعتماد کیا جا سکتا ... حضرت امیر معاویہؓ کی شامی فوج ہر مقام پر نظم و ضبط کا مظاہرہ پیش کرتی تھی جس پر پورا پورا بھروسہ ... جا سکتا تھا۔

باغیوں کی سازش

باغیوں کی ایک بہت بڑی سازش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ... خون عثمان سے بچ جائیں ... ایک ...

مرتبہ جب حضرت قعقاع بن عمرو بطور قاصد حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جاتے ہیں تو انہوں نے کہ
کہ ہم بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے لشکر سے بلوائیوں کو علیحدہ کر دیں
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب اعلان کیا کہ جو حضرت عثمان غنیؓ کو قتل کرنے میں شامل تھے وہ علیحدہ
جائیں تو بارہ ہزار فوجی بیک زبان پکار اٹھے کہ ہم سب نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت
خاموش ہو گئے۔

اب ایک بہت بڑا سوال از خود ذہن میں ابھرتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی کشتی منجدھار میں پھنس ہوئی تھ
تھی مگر اس کے کھیون ہار بھی تو شیر خدا، علی المرتضیٰ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے جن کے فضائل
مناقب لاتعداد ہیں.....

حضرت علیؓ کا مقام بہت بلند ہے

علم و فضل میں یکتا۔ معارف لدنیہ کے صحیح وارث۔ شجاعت اور بسالت میں بے نظیر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ
لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار کے مصداق۔ سخاوت میں سب کچھ لٹا دینے والے "وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی
حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا" کا درجہ پانے والے۔ عدالت کے سلسلہ میں اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ
کا لقب حاصل کرنے والے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری میں مقتدا۔ صحابہ میں ایک خاص مقام کے حامل
ولایت کے سرتاج، خاندان نبوت سے شمار ہونے والے عظیم المرتبت بزرگ ہیں جو حضرت فاطمۃ بتولؓ
شوہر نامدار، حسنینؓ کے والد، صاحب ذوالفقار، حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نام نامی سے متصف ہوتے ہیں۔

یہ زمانہ بھی صحابہؓ کا زمانہ کہلاتا ہے

پھر یہ بھی ٹھیک ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ کے بہت سے صحابہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو
چکے تھے تاہم عشرہ مبشرہ میں سے طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہم تو موجود
تھے جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دی ہے۔ ان کے علاوہ حضرت
عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ
امیر معاویہ، حضرات حسنین، عمار بن یاسر، اسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے مقتدر
بھی موجود تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت اور خلوت کی مجالس میں تربیت

Marfat.com

ور تمام کے تمام دبستانِ نبوت کے تربیت یافتہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں اچھے الفاظ فرمائے تھے۔ پھر عام صحابہ کرامؓ کے بارے میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

"اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ"۔

بہت سے مقتدر صحابہ اس زمانہ میں موجود تھے

یہ بھی تو صحابہ کرامؓ کا ہی دور کہلاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی صفت اس طرح بیان کی ہے کہ "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ" ان کے علاوہ امہات المومنین بھی موجود تھیں ان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مقام تو تمام ازواجِ مطہرات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں ایسا تھا جیسا کہ تمام کھانوں میں ثرید کا ہوتا ہے۔ (شوربا میں روٹی بھگو کر کھانا، یہ کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ پسند تھا)

اتنے اچھے اور مقتدر صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کی موجودگی میں ملتِ اسلامیہ کی کشتی ڈانواں ڈول ہو جائے اور پھر ملتِ اسلامیہ کے کھیون ہار کو بدبخت ابن ملجم کے ہاتھوں تلوار کا وار کھاتے ہوئے "فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ" کے الفاظ زبان سے ادا کرنے پڑیں جائے حسرت نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ الفاظ اس بات کی نشاندھی کر رہے ہیں کہ منجدھار سے کشتی کو ساحل مراد تک لانے میں کھیون ہار کے ہاتھ پاؤں تھک چکے ہیں اور ابھی تک کشتی اسی طرح منجدھار میں پھنسی کی پھنسی رہ گئی ہے جب کہ خود کھیون ہار اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے تنازعات کے اصل اسباب

صحابہ کرامؓ کے اختلافات اور تنازعات کے اصل اسباب کا ذکر کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور ان کے مبعوث ہونے کے مقصد کو بھی پیش نظر رکھا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ شروع سے ہی داعی اسلام کی مخالفت ہوتی رہی ہے؟

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امین و صادق کے نام سے پکارا جاتا تھا

اسلام دنیا میں امن اور سلامتی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر شخص کی زبان پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھتے ہی امین اور صادق کے دو الفاظ بے اختیار ادا کرتے تھے اور اس امین اور صادق کے فیصلہ کو بھی بسر و چشم قبول کر لیا جاتا تھا یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پینتیس ۳۵ سال کا سن مبارک تھا کہ قریشِ مکہ نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو از سر نو کھڑا کرنے کی تحریک شروع کی۔ اس کی دیواریں سیلاب سے گر چکی تھیں۔ دیواریں تو کھڑی کر دی گئیں لیکن حجرِ اسود کو دیوار میں رکھنے کے مسئلہ پر جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر قبیلہ کا سردار چاہتا تھا کہ یہ سعادت صرف اسی کو حاصل ہو، جھگڑا طول پکڑ گیا۔ آخر چند سلجھے ہوئے انسانوں نے سب کو اس بات پر متفق کر لیا کہ اگلی صبح جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو گا وہی اس سعادت کو حاصل کرنے والا ہو گا۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ آنے والی صبح کو وہی سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو لیکن ان سب کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔

سب سے پہلے جس شخص کو دیکھا گیا وہ مکہ مکرمہ کا امین و صادق تھا تاہم سردارانِ قریش نے خوشی کا اظہار کیا کہ مکہ مکرمہ کے امین اور صادق کے حصہ میں یہ سعادت آئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کو اٹھا کر ایک چادر میں رکھ دیا اور چادر کے کونوں کو سردارانِ قریش کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔ پھر خود اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر دیوار میں چن دیا۔ اس طرح ایک بہت بڑی جنگ کو دانشمندی سے ختم کر دیا۔

جب چالیس سال کے سن مبارک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و رسالت کا اعلان فرمایا تو سعید ارواح از خود کھنچی آئیں لیکن اکثر لوگ مخالفت کرنے پر اتر آئے اس لیے کہ اب اس امین و صادق نے ان کے بتوں کے خلاف وعظ فرمانا شروع کر دیا تھا۔ یہ مخالفت ابتداء میں تو اتنی سخت نہ تھی لیکن بعد میں تو حد ہو گئی۔ قریشِ مکہ کا خیال تھا کہ لوگ اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر نئے دین کی طرف نہیں آئیں گے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ایک جماعت تیار ہو گئی پھر اس جماعت میں غلام اور آزاد سب ہی تھے متمول اور با اقتدار لوگ بھی اس جماعت میں شامل ہونے لگے۔

یوں تو ہر ایک پر قریش مکہ سختی کرتے لیکن غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی مصائب سے اٹی پڑی ہے۔ دوستوں، ساتھیوں کو اذیت اور دکھ پہنچانے کے علاوہ کفارِ مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو (نعوذ باللہ) ختم کرنے کی سازش تیار کر لی۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح دینِ اسلام کی اشاعت رک جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان تھا "یُرِیدُونَ

يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ۝ ۔۔۔۔ ہجرت کا حکم ہوجاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تو پہلے ہی یثرب پہنچ جاتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں مدینہ منورہ پہنچتے ہیں۔ اس طرح قریش مکہ کے شر سے وہ محفوظ ہوجاتے ہیں۔

یثرب پہنچ کر تکالیف ختم نہیں ہوئی تھیں بلکہ تکالیف کا آغاز ہوا تھا۔ آتے ہی یہودیوں سے عہدنامہ کرنا پڑا۔ تبلیغ وارشاد کا کام تو کھلی اور آزاد فضا میں ہونا شروع ہوگیا لیکن ۲ھ ہجری میں جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح وکامرانی دی۔

پہلی دفعہ قریش مکہ کو مسلمانوں کی طاقت کا احساس ہوا۔ ۳ھ میں دوبارہ مدینہ منورہ پر چڑھ آئے۔ اس دفعہ بھی وہ اپنے ارادہ میں ناکام لوٹے۔ ۵ھ میں تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے مدینہ منورہ کے اردگرد پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودی جو ان کو فصیل کا کام دے رہی تھی۔ چالیس روز کے محاصرہ کے بعد قریش مکہ خائب وخاسر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے شامیانے تک اکھڑوا دیئے ۔۔۔۔ اہل مکہ کی یہ آخری جارحیت کی کوشش تھی جو انہوں نے ۵ھ میں جنگ احزاب کے سلسلہ میں کر دکھائی اس کے بعد مکہ کے قریش مدینہ منورہ کے یہودیوں کو برانگیختہ کرتے رہے۔ آخر ان یہودیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیچا کر دیا۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ منافقین کی صورت میں زور پکڑ گیا تھا۔ یہ منافقین ظاہر میں مسلمان کہلاتے تھے اور باطنی طور پر مسلمانوں کو مٹانے کے لیے کام کر رہے تھے۔

۶ھ میں صلح حدیبیہ کے عہدنامہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرنے کا اچھا موقعہ مل گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے حکمرانوں کو قاصدوں کے ہاتھ تبلیغی مراسلہ جات روانہ فرمائے۔ ۸ھ میں قیصر وکسریٰ نے اس ابھرتی اسلامی سلطنت کو نظر بد سے دیکھنا شروع کیا اور جنگ موتہ کا واقعہ پیش آیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب کہ رومیوں کو معلوم ہوا کہ اس نئی اسلامی سلطنت کو دبانا آسان کام نہیں ہے۔ اسی سال مکہ مکرمہ بھی فتح ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ نئی ابھرنے والی سلطنت نہیں ختم کرکے نہ رکھ دے جس نے مختصر سے عرصہ میں عرب کے ملک کو زیر نگیں کر لیا ہے۔

ے کافر لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اس نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

Marfat.com

غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا

۹ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ روم کے بادشاہ نے شام کی سرحدات پر فوجیں جمع کر لی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جارحانہ کارروائی کو روکنے کے لیے تبوک کی طرف پیش قدمی کرنا پڑی۔۔۔۔ ان سے جنگ تو نہ ہوئی تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرب و جوار کے علاقہ جات کے سرداروں سے معاہدات کر کے واپس تشریف لے آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رومیوں کے ناپاک ارادوں کی اطلاع مل چکی تھی

۱۰ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا کیا جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب صحابہ کرامؓ نے شرکت کی حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے آتے ہی بخار ہو گیا، صفر کے مہینہ میں بخار تیز ہو گیا۔ ۲۶ صفر کو غسل صحت فرمایا۔ اگلے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی کہ قیصر روم نے پھر فوجیں شام کی ملحقہ سرحدات پر جمع کر لی ہیں۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حملے کا خطرہ تھا۔ اس لیے اپنے دستِ مبارک سے علم تیار کیا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو علم عطا کیا اور سپہ سالاری بھی اسی نوجوان کو دی۔ ۱۲ ربیع الاول کو دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں لیکن وصال سے پہلے جہاں اور وصیتیں فرمائیں وہاں یہ بھی وصیت فرمائی کہ اسامہؓ کے لشکر کو ضرور بھیجا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی امت مسلمہ پر ان گنت مصائب آئے لیکن عزمِ صدیقی نے ان تمام مشکلات پر صرف آٹھ نو ماہ کے قلیل عرصہ میں قابو پا لیا۔ بعد میں عراق اور شام کی طرف توجہ کی۔

دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی تعلیم پھیل گئی

عہد صدیقیؓ کے سوا دو سال کے بعد عہد فاروقی شروع ہوتا ہے اس عہد میں اسلام ہر طرف پھیل جا رہا تھا اور ہر طرح امن و امان تھا۔ آخر ساڑھے دس سال کی خلافت کے بعد عہد عثمانیؓ شروع ہوتا ابتدائی چھ سال میں تو خوب ترقی ہوئی لیکن آخر کے چھ سالوں میں منظم اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت خلیفہ

Marfat.com

نہایت سفاکی کے ساتھ اپنوں نے شہید کیا۔

اس بارہ سالہ عہدِ عثمانی کے بعد ۲۵ ذوالحجہ ۳۵ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہیں۔ ان کا تمام کا تمام عرصہ فتنہ و فساد کو فرو کرنے میں گزرا۔ جنگ صفین نے امتِ مسلمہ کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا.... آخر ستر، اسی ہزار مسلمانوں کو ابدی نیند سلا کر تحکیم کی صورت میں جنگ بندی ہوئی.... یہ جنگ کیا بند ہوئی خوارج کا نیا باب کھل گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شروع میں تو ان سے درگزر کرتے رہے کہ یہ لوگ مجنونانہ باتیں کر رہے ہیں آخر خود بخود راہِ راست پر آجائیں گے۔

لیکن جب دیکھا کہ یہ لوگ ہر اس شخص کو بے دریغ قتل کر دیتے ہیں جو ان کے خیالات اور اعتقادات سے اتفاق نہیں کرتا...... جب پانی سر سے اوپر چلا گیا اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ یہ فتنہ پرداز لوگ جنگ و جدال پر اتر آئے ہیں تو مجبوراً انہیں نہروان کے مقام پر ان سے جنگ لڑنا پڑی اس لیے کہ ان کا وجود اسلام کے لیے ناسور بن رہا تھا...... چنانچہ اس مواد کو خارج کیا گیا جو اسلام کی صاف ستھری تعلیم میں تعفن کی صورت میں نمودار ہو رہا تھا اور عقائدِ فاسدہ کی داغ بیل لگا رہا تھا اگرچہ ایسا کرنے میں امیر المومنین کی اپنی جان بھی ایسے ہی سر پھرے یاوہ گو شیدائی کے ہاتھوں جاتی رہی تاہم انہوں نے دینِ حقہ میں رخنہ پیدا ہونے نہیں دیا۔

حق و باطل کی ٹکر ہر مقام پر رہی ہے

قارئین کرام نے اجمالاً اور تفصیلاً مطالعہ کر لیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بست و سہ سالہ زندگی کے لیل و نہار میں حق و باطل (اسلام اور کفر) کی جنگ باقاعدہ رہی ہے۔ باطل اپنی پوری طاقت کے ساتھ ہر مقام پر برسرِ پیکار رہا ہے۔ مکی زندگی میں باطل کفرِ حقیقی اور کفرِ عنادی کی صورت میں نظر آیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر حق کی امداد فرمائی ہے......

مدنی زندگی میں یہودیت اور منافقت کے روپ میں بارہا مقابلہ حق و باطل رہا آخر "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" کا مقام بھی آیا.... باطل سرنگوں ہوا حق کی شوکت و عظمت کو ملکِ عرب نے تسلیم کیا.....

جہاں حق (اسلام) کو مٹانے کے لیے ابوجہل، عتبہ، ولید اور ابولہب کام کر رہے تھے اب عرب کے یہودی ملک شام کے عیسائی اور عراق و ایران کے مجوسی وہی کام کرنے لگے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی نعمت کو مکمل کر دیا اور اس نعمت کو پوری کرنے میں اپنی خوشنودی فرمائی۔

Marfat.com

مقصدِ نبوت جب پورا ہو چکا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے۔ دنیا سے رخصت ہونے کے الفاظ نے یگانوں اور بیگانوں سب کو پریشان کر دیا۔۔۔۔۔ باطل نے پھر میدان میں قدم رکھا۔ ایک طوفان اٹھا جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عزمِ صدیقی کے ذریعہ بٹھا دیا۔ اس طرح حق کو فتح نصیب ہوئی، باطل کو ایسی شکست ہوئی کہ اس کے علمبرداروں کے عزائم خاک میں مل گئے۔

دین اسلام کی شعاعیں ملکِ حجاز سے نکل کر عراق و شام تک پھیلنا شروع ہو گئیں۔ پھر ایک دور آیا جب دنیا کے ملک حق پرستوں کے آگے سرنگوں ہوتے چلے گئے اور وہ رحمت کا ایسا دریا جس کے بہاؤ کے آگے بڑے بڑے قیاصرہ واکاسرہ کے تخت و تاج خس و خاشاک کی طرح بہنے لگے حقیقت میں وہ " یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا "۔۔۔ (داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں گروہ در گروہ) کی تفسیر تھی۔

اسی طرح چوبیس پچیس سال تک اشاعتِ دینِ اسلام ربع مسکون میں ہوتی رہی۔ توحید و رسالت کا ڈنکا چار کھونٹ میں بجتا رہا۔ میدانِ جنگ میں باطل کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اس کو کہیں بھی ٹھکانہ نہ تھا اس نے ہزار جتن کیے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوؤں کے آگے باطل کو ٹھہرنے کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ خلیفہ وقت کو قتل کر کے دیکھ لیا کہ شاید فتوحات کا سیلاب اس طریق سے رک جائے مگر وہ بڑھتا ہی گیا۔ آخر باطل نے میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنا چھوڑ دیا بلکہ ایسے لوگوں کی اوٹ میں رہنے لگا جن کے ذریعہ سے حق پرستوں میں تشتت و افتراق کا بیج بو دیا جاتا۔ بڑی مشکل کے بعد وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہوا۔ خلیفہ رسول نے اپنوں کے بھی زخم سہے، بیگانے تو آخر بیگانے ہی تھے۔۔۔۔۔ غرضیکہ انہوں نے ہر تکلیف کو برداشت کیا، صبر و تحمل سے کام لیا لیکن مسلمانوں کی خونریزی سے اجتناب کیا۔ جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

باطل نے اسلامی فتوحات کو تو روک ہی دیا تھا اب کوشش کرنے لگا کہ حق پرست آپس میں دست و گریباں رہیں اور شکست خوردہ لوگ ان کے ملکوں میں آ گھسیں۔ یہ تو تدبر ان حضرات کا ہے جنہوں نے اتنی خونریزی کے بعد بھی ملتِ اسلامیہ کو غیر ملکی حملہ آوروں سے بچا لیا۔ اگر باطل نے کہیں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی تو اپنے گھریلو جھگڑے چھوڑ چھاڑ کر اس پر پل پڑے۔ اگر کسی نے ان کی باہم جنگوں "اختلاف الاجتہاد" کے مسائل و نزاع سے فائدہ اٹھانے کا ناپاک ارادہ کیا تو برملا کہہ دیا کہ یہ جھگڑے ہمارے اپنے ہیں۔ اگر کسی نے ہمارے فریق کی طرف نظر بد سے دیکھا تو میں (امیر معاویہؓ) سب سے پہلے ان کے جھنڈے تلے لڑ کر جان دوں گا۔

باطل نے عقائد فاسدہ کے ہتھیار سے حق کا مقابلہ کیا

پھر باطل نے حق کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک نیا محاذ کھول دیا۔ پہلے تو "خطائی الاجتہاد" کے تحت اقدام ہو رہا تھا۔ اب عقائدِ حقہ میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان ان عقائد کے اختلافات میں الجھ کر سر پھٹول ہوتے رہیں اور باطل نہایت اطمینان سے پنپتا رہے۔ کچھ دیر تو اس کے داؤ گھات چلتے رہے لیکن جب زبان سے گزر کر شمشیر و سنان تک نوبت پہنچنا شروع ہوئی اور لوگوں کو بنوکِ شمشیر اپنے خیالات باطلہ پر چلانے کی کوشش کی اس وقت حیدری عزم و استقلال کام آیا۔ اپنے تمام گھریلو اختلافات کو یکطرف رکھ کر باطل سے نبرد آزما ہوا اور اس کو تہس نہس کر کے رکھ دیا...... دین حقہ کی ترویج میں اپنی جان بھی جان آفریں کے سپرد کر دی لیکن حق پر آنچ نہیں آنے دی......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دین اسلام کی حفاظت کی اور خوف و ہراس کو مبدل بہ امن کر دکھایا

اس لیے جہاں یہ لکھا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں ملکی فتوحات نہیں ہوئیں اور مسلمانوں کی آپس کی خلفشار نے انہیں کسی دوسری طرف متوجہ ہونے نہیں دیا وہاں یہ لکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اس بلوائی اور پُرآشوب دور کے اندر خلافت سنبھالتے ہی انہوں نے دینِ حقہ کی حفاظت کا خیال رکھا ہے اور اس کو فلسفیانہ موشگافیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں پھنسنے نہیں دیا اور لوگوں کے خوف و ہراس کو مبدل بہ امن کر دکھایا اور ایسا کرنے میں انہوں نے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی۔

اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت ان عقائد باطلہ کی بیخ کنی نہ کرتے تو یقیناً آنیوالوں کے لیے اسلام کی سادہ اور صحیح تعلیم بلوائی دھند لکے میں نظر نہ آتی یہی وجہ ہے کہ جو شخص "حُبِّ علی" کے پردے میں ان کو خلفائے سابقہ پر فضیلت دیتا تو امیر المومنین کا کوڑا فوراً حرکت میں آجاتا۔

حضرت امیر معاویہؓ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

یوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تفقہ فی الدین کا یہ عالم تھا کہ ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے

Marfat.com

وراثت کے بارے میں دریافت کیا کہ خنثیٰ کو کیوں کر حصہ دیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں لکھا کہ خنثیٰ کی وراثت کا مسئلہ خنثیٰ کی جائے مخصوص پر منحصر ہے جس جانب کو رجحان ہوگا اس کو اس جنس کا فرد تصور کر کے حصہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں سے فرمایا کہ میرا مخالف بھی مجھ سے دین کی باتیں دریافت کرتا ہے۔ امیر معاویہؓ کے "خطائی الاجتہاد" کی صورت میں اختلاف زور پکڑ گئے ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تقویٰ، علم، تفقہ فی الدین، شجاعت، سخاوت، عدالت اور عزیمت کا کون دل و جان سے قائل نہیں ہے۔

حضرت علیؓ ولایت کے سرتاج ہیں

ولایت کے وہ سرتاج، پیشرو اور مقتدا ہیں۔ تمام سلاسل روحانیہ بجز نقشبندیہ حضرت علیؓ سے شروع ہوتے ہیں (نقشبندیہ سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ سے جا ملتا ہے) مجدد الف ثانی، امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں کیا خوب لکھا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما پر پرتو نبوت کا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر پرتو نبوت کی ولایت کا ہے اور حضرت عثمان غنیؓ پر کچھ پرتو نبوت کا اور کچھ نبوت کی ولایت کا ہے اسی لیے جہاں ظاہری طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آنے کی وجہ سے وہ "ذوالنورین" ہیں وہاں علم لدنیہ کی وجہ سے بھی وہ ذوالنورین ہیں"۔

یہاں پر حضرت امیر معاویہؓ کی مجلس کا ایک واقعہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں ضرار اسدی سے درخواست کی کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف بیان کریں۔ ضرار اسدی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جلوت خلوت کے ساتھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

" اللہ کی قسم! علی المرتضیٰ بلند حوصلہ اور بڑے طاقتور تھے، فیصلہ کن بات کہتے تھے اور انصاف کے ساتھ حکم دیتے تھے، علم ان کے جوانب و اطراف سے پھوٹتا تھا اور حکمت گرد سے ٹپکتی تھی، دنیا اور اس کی رعنائیوں سے گھبراتے تھے، رات کی تاریکی میں اس کی وحشت سے مانوس تھے، عبرت پذیر اور بہت غور و فکر کرنے والے تھے، کم قیمت لباس اور سادہ کھانا ان کو پسند تھا، ہمارے درمیان مساویانہ زندگی بسر کرتے تھے، جب ہم کچھ دریافت کرتے تو اس کا جواب دیتے تھے اگرچہ ہم ان کے مقرب تھے مگر ان کی ہیبت کے سبب سے ان سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، وہ غریبوں کو مقرب جانتے

تھے اور دینداروں کی تعظیم کرتے تھے، کبھی کوئی طاقتور اپنی طاقت کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی امید نہیں کر سکتا تھا اور کوئی کمزور ان کے انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا، بعض مواقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں وہ اپنی ڈاڑھی پکڑے اس طرح مضطرب اور بے قرار ہیں جیسے کوئی مار گزیدہ بے چین ہوتا تھا اور بہت دردناک آواز میں اشکبار ہو کر کہہ رہے ہیں اے دنیا! کسی اور کو فریب دے تو میرے سامنے کیوں آتی ہے، کیوں شوق دلاتی ہے؟ یہ بات بہت دفعہ فرمائی ...... میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تیری عمر تھوڑی تیرا مقصد حقیر، آہ! زادِ راہ کم، سفر طویل اور راستہ وحشتناک ...."

یہ اوصاف سن کر حضرت امیر معاویہؓ رو دیئے اور کہا اللہ کی رحمت ہو ابوالحسن پر اللہ کی قسم! وہ ایسے ہی تھے"...

(روضۃ النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۲)

ملکی نظم ونسق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عمر فاروقؓ کا طریق زیادہ پسند تھا اور ان کو صائب الرائے جانتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں رضائے مصطفوی کے تحت حجاز کے یہودیوں کو عراق اور شام کے علاقہ جات میں منتقل کر دیا تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے درخواست کی کہ ان کو ان کے آبائی وطن میں واپس بھیج دیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی اس درخواست کو رد کر دیا اور فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ نہایت موزوں ہے اس میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔

گورنروں کے کاموں کی خوب دیکھ بھال کرنے

صوبہ جات کے والیوں اور عاملوں کے کام کی نگرانی خوب اچھی طرح کرتے تھے۔ کسی قسم کا ان میں سقم دیکھتے تو ان کی اصلاح فرما دیتے یا انہیں معزول کر دیتے حتیٰ کہ اپنے بھائی اور معتمد علیہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (والی بصرہ) سے باز پرس کی اور انہوں نے اس باز پرس کی سختی سے دل برداشتہ ہو کر گورنری سے استعفیٰ دے دیا۔

جنگلات سے آمدنی حاصل کی

صیغہ مال میں بھی ضروری اصلاحات فرمائیں۔ عہد مرتضوی سے پہلے جنگلات سے کوئی آمدنی حاصل نہیں کی جاتی تھی۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صحرائے برس کے جنگلات سے چار ہزار درہم سالانہ آمدنی کے طور پر حاصل کر کے بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کیا۔

حضرت علیؓ نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی تھی تاکہ نسل کشی ہوتی رہے اور جنگی ضروریات پوری ہو سکیں۔ عہد فاروقی میں تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کر دی۔ عہد عثمانی میں بھی یہی طریق رہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگی ضروریات کو دوبارہ محسوس کرتے ہوئے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

فوجی انتظامات کے تحت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بہت سی نئی فوجی چوکیاں شام کے راستہ میں قائم کیں۔ اسی طرح ایران کی سرحدات پر بہت سے فوجی قلعہ جات تعمیر کروائے۔

ناپ تول کے پیمانہ جات مقرر کر رکھے تھے

پبلک سے امیر المومنین کا سلوک نہایت مشفقانہ تھا۔ ان کی ہر طرح خبر گیری فرماتے رہے مستحقین اور ضرورت مند اصحاب کی امداد کے لیے ... بیت المال کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ کسی کو کسی پر ظلم نہ کرنے دیتے۔ بازار میں اکثر دُرّہ ہاتھ میں لیے چلے جاتے۔ جہاں ضرورت سمجھتے ہر طرح کی اصلاح فرما۔ اشیاء کے نرخ مقرر کر دیئے۔ ناپ تول کے پیمانہ جات کی دیکھ بھال کرتے رہتے۔

عدلیہ کا بڑا احترام کرتے

عدل و انصاف میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی زرہ کہیں گر گئی وہ کسی عیسائی نے اٹھالی۔ اتفاق سے اس عیسائی کے پاس وہ زرہ دیکھی گئی۔ مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ عدمِ ثبوت کی بناء پر امیر المومنین کا مقدمہ خارج ہوا اور زرہ عیسائی کے پاس ہی رہنے دی۔ یہ اخلاق اور عدل و انصاف کا رنگ دیکھ کر وہ عیسائی مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کی مذہبی خدمات

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مذہبی خدمات بہت زیادہ ہیں جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں منکرینِ زکوٰۃ اور متنبیان کی وجہ سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا جس کو عزمِ صدیقی نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے آٹھ نو ماہ کے اندر اندر ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت سنبھالتے ہی سبائیوں اور بلوائیوں نے کچھ ایسا گھیر رکھا تھا جو حبِ علیؓ کے پردے میں جاں سپاری اور جاں نثاری کے دعویدار بن گئے تھے۔

جنگِ جمل انہی لوگوں کی وجہ سے لڑی گئی تھی اور پھر انہی تخریب کاروں کی وجہ سے جنگِ صفین کا انجام "تحکیم" کی صورت میں نظر آیا۔ لیکن جب ثالث مقرر ہو گئے تو یہی لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ نے کہنا شروع کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ معصوم عن الخطاء ہیں اس لیے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ افہام و تفہیم سے بلند تر ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرے گروہ نے کہنا شروع کیا کہ حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور دیگر لوگ جنہوں نے تحکیم کو قبول کیا ہے وہ (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے ہیں اب توبہ کر کے اسلام میں دوبارہ داخل ہو سکتے ہیں ورنہ ان حضرات کے جان و مال ان کے لیے ہر طرح مباح ہیں اور وہ تحکیم کو تسلیم کرنے والے کو واجب القتل تصور کرتے تھے اور یہ لوگ اس عقیدہ کو منوانے کے لیے گوشت و پوست کی زبان سے گزر کر شمشیر و سناں کی زبان استعمال کرنے لگے۔

خوارج کا استیصال

جب ان لوگوں کی زیادتی حد سے بڑھ گئی اور عوام کے جان و مال کو کسی طرح کا امان نہ رہا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہروان کے مقام پر ان سے مقابلہ کیا اور ان کو تہ تیغ کیا تاکہ لوگ ان کے شر سے محفوظ رہ جائیں اور ان کا باطل عقیدہ اسلام کی صاف و ستھری تعلیم میں داخل نہ ہونے پائے۔

اس طرح حضرت علیؓ نے دوسرے گروہ شیعانِ علی کے ساتھ بھی سختی کا سلوک کیا جو اپنے عقیدہ کے مطابق حضرت علیؓ کو معصوم عن الخطاء سمجھ کر انہیں "الوہیت" تک پہنچا رہے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا سدِباب اس طور پر کیا کہ جو کوئی انہیں خلفائے سابقہ پر فضیلت دیتا اسے راہ راست پر لانے کے لیے اپنے درّہ کو حرکت میں لاتے خوارج کی نسبت یہ گروہ غیر منظم تھا تاہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں کو افراط و تفریط سے بچا کر اعتدال کے راستہ پر گامزن کیا۔

Marfat.com

علم و عرفان میں حضرت علیؓ کا مقام

امیرالمومنین حضرت علیؓ چھوٹی عمر سے ہی کاشانہ نبوت میں پہنچ گئے تھے۔ اسی لیے قرآن پاک پر ان کا پورا پورا عبور تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت کے متعلق انہیں علم ہے کہ اس کا شان نزول کیا ہے؟

تفقہ فی الدین میں مقام

حضرت عمر فاروقؓ کا مقام تفقہ فی الدین میں بہت بلند ہے تاہم اکثر مسائل میں وہ حضرت علیؓ سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے کے مطابق فیصلہ دیتے۔

حضرت علیؓ کی مرویات

چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کئی اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب تھے اس لیے سماع حدیث میں بھی ممتاز نظر آتے ہیں لیکن اپنے سابقہ محترم خلفاء کی طرح حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط ہوا کرتے تھے ویسے آپ کی مرویات کی تعداد ۵۸۶ پانچ سو چھیاسی ہے۔

مقدمات کے فیصلہ کرنے کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق "اَقْضَاھُم عَلِی" فرمایا ہے یعنی صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے قاضی حضرت علیؓ ہیں۔

تقسیم میراث

تقسیم میراث میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے اور اس دسترس کا یہ عالم ہے کہ فیصلہ لوگ زبان پر ہوتا ہے۔ ایک مشہور واقعہ ہے........

دو آدمی ہم سفر تھے، کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے اپنا اپنا کھانا توشہ دان سے نکال کر اکٹھے کھانے لگے........ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں یہ ابھی کھانے ہی بیٹھے تھے کہ ایک تیسرا شخص بھی آ گیا اور ان کے کھانے میں شریک ہو گیا اس کے پاس اپنی کوئی روٹی نہ تھی۔ کھانا کھا چکنے کے بعد وہ تیسرا شخص جاتے ہوئے ان دونوں کو آٹھ درہم دے گیا اور کہہ گیا کہ یہ کھانے کا معاوضہ سمجھ لو......

Marfat.com

پانچ روٹیوں والے نے پانچ درہم خود لیے اور تین درہم دوسرے کو دیئے لیکن تین روٹیوں والا اصرار کر رہا تھا کہ مجھے چار درہم دیئے جائیں یعنی مجھے آدھا حصہ ملنا چاہیے لیکن پانچ روٹیوں والا کسی طرح نہیں مانتا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میری پانچ روٹیاں ہیں اور تیری تین ہیں اس لیے میں پانچ درہم کا حقدار ہوں اور تیرے حصہ میں تین درہم آنے چاہیئے۔ لیکن یہ شخص کسی طرح تین درہم لینے کے لیے تیار نہ تھا۔

یہاں تک کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے۔ انہوں نے پہلے تو تین روٹیوں والے کو فرمایا کہ جب تین درہم تجھے ملتے ہیں وہ لے لو تمہارے حق سے زیادہ ہیں۔ اس نے کہا کہ میں لینے کو تیار ہوں، انصاف سے مجھے میرا حصہ دیا جائے۔ فرمایا اگر انصاف سے لینا چاہتا ہے تو تمہارے حصہ میں صرف ایک درہم آئے گا وہ بڑا حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ مجھے سمجھا دیجئے۔ فرمایا تم تینوں نے اکٹھی روٹیاں کھائیں اور ہر ایک نے مساوی حصہ کھایا۔ اگر ایک روٹی کے تین ٹکڑے کیے جائیں تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ یعنی آپ تینوں نے چوبیس ٹکڑے کھائے ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے اور تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے اب جس کی پانچ روٹیاں ہیں اس نے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور باقی سات ٹکڑے تیسرے ساتھی کو دے دیئے۔ جس کی تین روٹیاں ہیں اس نے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور ایک ٹکڑا جو بچا وہ تیسرے ساتھی کو دیا اس صورت میں سات درہم تیسرے ساتھی کو ملنے چاہیئے اور ایک درہم تجھے ملنا چاہیے۔ یہ فیصلہ سن کر دونوں حیران رہ گئے۔

حضرت علیؓ کاتب وحی بھی تھے

تقریر اور خطابت میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔ آپ کے خطابات فصاحت بلاغت کا نمونہ ہیں آپ کو فنِ تحریر میں خاص ملکہ تھا۔ آپ کاتب وحی بھی تھے۔ صلحنامہ حدیبیہ کی کتابت کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دے رہے تھے۔

شعر و شاعری سے لگاؤ

شعر و شاعری سے بھی آپ کو بہت لگاؤ تھا۔ آپ کا کلام بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

علم نحو کے بھی آپ موجد ہیں

علم نحو کے بھی آپ ہی موجد ہیں کیونکہ ایک دفعہ ایک عجمی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا اعراب

Marfat.com

کی غلطی کی وجہ سے معنیٰ میں بہت تبدیلی واقع ہو رہی تھی آپ نے ابوالاسود کو نحو کے ابتدائی قاعدے سمجھا کر اس فن کی تدوین پر مقرر فرمایا۔

تصوف میں آپ کا مقام

تصوف سے آپ کو بے انتہا شغف تھا۔ خلافت سے پہلے اکثر نکات بیان فرمایا کرتے تھے لیکن خلافت کی مصروفیات نے اس کی تفصیل بیان کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا تاہم ولایت کے آپ سرتاج ہیں اس راستہ کے پیشرو اور مقتداء ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عقد سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ۲ھ میں ہوا۔ ان سے تین لڑکے حسن حسین اور محسن پیدا ہوئے، محسن کا انتقال شیر خوارگی میں ہو گیا تھا ...... امام حسن اور امام حسین اپنی طبعی عمر کو پہنچے ہیں ...... ان کے بعد دو لڑکیاں زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ پیدا ہوئیں

ازواج و اولاد

حضرت فاطمہ بتولؓ کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوئی اور شادی نہیں کی، البتہ ان کے وصال کے بعد آپ نے متعدد شادیاں کیں۔ ان سے چودہ صاحبزادے اور سترہ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور واقدی کے قول کے مطابق پانچ صاحبزادوں سے نسل جاری ہوئی۔

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ شروع سے ہی کاشانہ نبوت میں پہنچ گئے تھے اس لیے طبیعت میں بہت زیادہ سادگی تھی۔ ہمیشہ راضی برضا رہتے۔ آپ کی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گزرتی

ی۔ ہر بات سے ہی "حب للہ والبغض للہ" کا ثبوت پیش کرتے۔ زہد و تقویٰ آپ کی زندگی میں اوڑھنا بچھونا
ا۔ کوفہ میں جب آپ تشریف لائے تو دارالخلافہ میں قیام نہیں فرمایا بلکہ اپنے لیے علیحدہ خیمہ نصب کروایا
ر اسی میں رہائش رکھی۔

گھر کا کام کاج حضرت فاطمہ بتولؓ خود کرتی تھیں۔ چکی پیستی اور پانی بھر کر لایا کرتی تھیں۔ کئی کئی روز تک گھر
چولہے میں آگ نہ جلا کرتی تھی۔ فاقہ مستی میں دن گزارتے اور اسی میں خوش رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
سامان جہیز کے طور پر دیا تھا اس میں مدتوں تک کسی چیز کا اضافہ نہ کر سکے۔

ایک دفعہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے۔ میاں بیوی نے منت مانی کہ اگر تندرست ہو جاویں
ر تین دن کے روزے رکھیں گے۔ حضرات حسنین تندرست ہو گئے۔ پہلے دن جب روزہ رکھا اور
طاری کے لیے جو کچھ رکھا تھا وہ میاں بیوی کھانے لگے کہ اسی وقت سائل نے آواز دی کہ میں مسکین
ں اور بھوکا ہوں۔ ان دونوں میاں بیوی نے وہی کھانا اٹھا کر اسے دے دیا اور خود پانی پی کر
زارا کیا۔۔۔۔

دوسرے دن پھر افطاری کے وقت کسی سائل نے کہا کہ میں یتیم ہوں اور بھوکا ہوں۔ ہر دو میاں بیوی
ے جو کچھ افطاری کے لیے رکھا تھا وہ اس یتیم سائل کو دے دیا اور آپ پانی پی کر اللہ کی یاد میں مشغول
ہو گئے۔۔۔۔۔

تیسرے روز افطاری کے لیے تھوڑا بہت کھانا تیار کیا جب افطاری کے بعد کھانے لگے تو دروازہ
ر کسی سائل نے آواز دی میں قیدی ہوں اور بھوکا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ بتولؓ
ے اپنا کھانا اٹھا کر اس قیدی سائل کو دے دیا اور آپ اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے۔

خداوند تعالیٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اپنی خوشنودی
ن کے بارے میں فرمائی۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

امانت و دیانت میں مقام

امانت اور دیانت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ہجرت کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے
بستر پر لٹا کر تاکید کر آئے کہ صبح کو میرے سپرد کی ہوئی امانتیں اصل مالکوں کو دے کر آجانا۔ چنانچہ حضرت علیؓ

ے وہ اللہ کی محبت میں یتیم مسکین اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہیں)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی ہوئی تمام امانتیں ان کے اصل مالکوں کے سپرد کر کے قبا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔

دورانِ خلافت اگر غنیمت کا مال آتا تو اس کی پوری پوری نگہداشت فرماتے اور صحیح حقداروں تک وہ مال پہنچاتے۔ ایک دفعہ سخت سردی میں صرف ایک چادر جسم مبارک پر تھی۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ آپ بیت المال سے اپنے لیے کپڑے کیوں نہیں لے لیتے؟ ... . فرمایا میں آپ کا حصہ کیوں خورد برد کروں ..... یہ چادر میں مدینہ منورہ سے لایا تھا۔

حضرت علیؓ کا کردار

اللہ تعالیٰ کی عبادت اچھے طریق پر ادا کرتے اور " اَن تَعبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ " کی عملی صورت ان کی نماز میں نظر آتی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ قائم اللیل اور صائم النہار" تھے اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے۔ ایسی مشغولیت ہوتی کہ دنیا و مافیہا سے کوئی تعلق نہ رہتا۔

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں آپ کی امتیازی حیثیت تھی۔ چالیس ہزار درہم سالانہ زکوٰۃ کے طور پر دیا کرتے اس کے مطابق آپ کی جائیداد تھی اس کے باوجود آپ عسرت سے دن گزارا کرتے۔

لباس بہت زیادہ سادا اور غذا معمولی ہوتی

لباس بہت زیادہ سادہ اور غذائیت بہت معمولی قسم کی ہوتی اپنے نفس کو لذت کا عادی نہیں ہونے دیا۔ ایک دفعہ ان کی خدمت میں فالودہ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ فرمایا کتنا خوشذائقہ اور خوش رنگ ہے لیکن میں اپنی طبیعت کو اس کا عادی بنانا نہیں چاہتا یہ کہہ کر پیالہ واپس کر دیا۔

شجاعت میں آپ بے نظیر تھے

شجاعت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا کوئی مقابل نہ تھا۔ آپ میدانِ جنگ میں ہنستے کھیلتے دشمن سے لڑا کرتے۔ غزوہ احزاب میں عبدالود جو کہ عرب کا مشہور پہلوان تھا اور سو آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا وہ خندق

؎ یہ کہ تو عبادت کر اللہ کی اس طریق پر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔

پار کر کے اس طرف آگیا اور آتے ہی مبارزت طلبی کی.....

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقابلہ میں تشریف لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا یہ عرب کا مشہور پہلوان ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یہ بات معلوم ہے۔

آپ نے مقابلہ میں آکر عبدالود سے کہا کہ سنا ہے تو نے مدمقابل میں آنے والے کو کہہ رکھا ہے کہ وہ تجھ سے تین سوال کر سکتا ہے اور تین میں سے کسی ایک کو تو ضرور قبول کر لیتا ہے اس نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:-

۱ : تو اسلام قبول کرے کیونکہ یہ امن و سلامتی کا راستہ ہے۔

اس نے جواب دیا کہ یہ تو میں نہیں مانتا

۲ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا..... بغیر لڑائی کے مکہ مکرمہ واپس چلا جا۔

اس نے جواب دیا..... یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

۳ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا..... پھر لڑائی کرلے۔

اس نے جواب دیا..... کہ ہاں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔

چنانچہ عبدالود نے تلوار کا پہلا وار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر کیا حضرت علیؓ نے ڈھال توکی لیکن وار ڈھال کو چیرتی ہوئی پیشانی پر جا لگی جس سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ حضرت علیؓ نے خون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ذوالفقار حیدری کا ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار عبدالود کے سر سے اتر کر حلق تک جا پہنچی اور وہ اُف کہہ کر نیچے گر گیا..... مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اس کے بعد پھر کسی شخص کو حوصلہ نہ ہوا کہ خندق کو عبور کر کے مسلمانوں کی طرف آئے۔

اسی طرح خیبر کے موقعہ پر یہودیوں کے بہت بڑے سردار مرحب کو پہلے اسلام کی دعوت پیش کی جب اس نے انکار کیا تو مقابلہ شروع ہوا اور اس کو قتل کر دیا اس کے بعد خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔

یہ حیدری ذوالفقار تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خوب چمکی اور اپنے جوہر دکھاتی رہی لیکن خلفائے سابقہ کے زمانہ خلافت میں پورے پچیس سال تک خاموش رہی مگر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود خلیفہ ہوئے تو اس حیدری ذوالفقار نے پھر اپنے جوہر دکھانے شروع کیے اس کی برش اور کاٹ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جنگ صفین میں تو اس کی کاٹ نے لیلۃ الہریر کے موقعہ پر وہ جوہر دکھائے کہ مخالف فریق اس کی تاب برداشت نہ کر سکا۔ اس حیدری ذوالفقار کو میان میں اس وقت کیا گیا جب قرآن مجید کے

Marfat.com

احکام کو فریقین نے تسلیم کرنے کے لیے کوشش کی۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا میرؔ
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

آخر یہ جامع صفات اسد اللہ الغالب حیدر کرار امیر المومنین علی المرتضیٰؓ عبدالرحمٰن بن ملجم کی تلوار سے رمضان المبارک ۴۰ھ جامع مسجد کوفہ میں گھائل ہوئے اور تین دن کے بعد یہ فضل ورشد اور علم وعرفان آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

یوں تو خلفائے راشدہ کا دور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد ختم ہو جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ" اَلْخِلَافَۃُ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً مِنْ بَعْدِیْ ثُمَّ مُلْکٌ بَعْدَ ذٰلِکَ تیس سال میں کچھ ماہ باقی ہیں۔

حضرت امام حسنؓ کی خلافت ذیلی اور ضمنی ہے

حضرت امام حسنؓ کی چند ماہ کی خلافت ضمنی اور ذیلی ہے اور خلافت راشدہ کا تتمہ ہے جس نے خلافت راشدہ کے دور کو کہ" اگر امارت اور خلافت امیر معاویہؓ کا حق ہے تو ان کو پہنچ گیا ہے اور اگر یہ میرا حق ہے تو میں نے ان کو بخش دیا ہے" یہ کہہ کر آخری مہر ثبت کی ہے امام حسنؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقام عطا کیا جس کو کبھی زوال نہیں ہے اور جس کی درخشندگی ہر راہ ہر منزل کے لیے اندھیارے میں لائٹ ٹاور کا کام دے گی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وصال کے وقت لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اپنا جانشین نامزد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس معاملہ کو اس طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو چھوڑ کر گئے تھے۔ پھر قیس بن سعد نے کہا کہ ہم حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بارے بس بس کچھ نہیں کہہ سکتا میں تمہیں آزاد چھوڑ کر جا رہا ہوں

٭ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی پھر ملوکیت ہو جاوے گی۔

Marfat.com

تجہیز وتکفین کے بعد جامع مسجد کوفہ میں قیس بن سعد نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر کتاب وسنت اور ملحدین کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں بیعت کی۔ حضرت امام حسنؓ نے فرمایا کہ کتاب وسنت میں سب کچھ آجاتا ہے اس کے بعد جتنے لوگ موجود تھے سب نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

حضرت امام حسنؓ کا خطبہ

حضرت امام حسنؓ نے پہلا خطبہ دیا کہ لوگو! میں فتنہ وفساد کو برا سمجھتا ہوں جس کے ساتھ میں جنگ کروں تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو اور جس کے ساتھ میں صلح کروں تم بھی اس کے ساتھ صلح کرو۔
عراقی اس قسم کے الفاظ سے اندازہ کرنے لگے کہ وہ جنگ کو جاری نہیں رکھیں گے.....
ادھر حضرت امیر معاویہؓ نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی خبر سنی تو انہوں نے لوگوں سے بیعت لینا شروع کردی اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ کوفیوں نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پہ بیعت کرلی ہے تو انہوں نے ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر کوفہ کی طرف پیشقدمی کی۔
حضرت امام حسنؓ بھی چالیس ہزار کا لشکر لے کر کوفہ سے روانہ ہوئے اور قیس بن سعد کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا۔ قیس بن سعد نے مدائن کے قریب پہنچ کر قیام کیا وہاں یہ خبر اڑ گئی کہ قیس بن سعد کو قتل کردیا گیا ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے وہاں ایک خطبہ دیا....." لوگو! تم نے میرے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ میں میری متابعت کروگے۔ میں خدائے برتر توانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی سے بغض وعداوت نہیں ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا ہے کہ میرے دل میں اس کی طرف سے رنج وملال یا نفرت ہو۔ اتفاق ومحبت سلامتی وصلح، اور اصلاح کو میں نا اتفاقی اور دشمنی سے بہتر سمجھتا ہوں"

خوارج نے امام حسنؓ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا

ان الفاظ کو سن کر خوارج اور سبائیوں نے فوج میں یہ بات مشہور کردی کہ حضرت حسنؓ حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی امام حسنؓ پر (نعوذ باللہ) کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اس تکفیر کا یہ نتیجہ نکلا کہ لشکر میں گڑبڑ پیدا ہوگئی کوئی اس کفر کی تصدیق کرتا اور کوئی اس کی مخالفت کرتا.....
آخر فتنہ پرداز کافر کہتے ہوئے امام حسنؓ کے خیمہ میں جا گھسے اور ان کے خیمہ کو لوٹ لیا اور حضرت امام حسنؓ کو پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔ ان کے کپڑے پھاڑ دیئے جسم پہ چادر تھی وہ بھی لے گئے۔ ایسی ہی بدتمیزی

Marfat.com

ہو رہی تھی کہ امام حسنؑ نے قبیلہ ربیعہ اور ہمدان کو آواز دی - ان دونوں قبیلوں کے لوگ آئے انہوں نے ان فتنہ پرداز لوگوں کو مار بھگایا۔

ایک خارجی نے امام حسنؓ پر مہلک وار کیا

اس کے بعد آپ شہر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک خارجی جراح بن قبیصہ نے موقع پا کر آپ کے ایسا نیزہ مارا جو آپ کی ران کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ لوگوں نے اس جراح بن قبیصہ کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ آپ کو مدائن قصرِ ابیض میں لے گئے۔ جراحوں نے آپ کا علاج کیا اور تھوڑے دنوں کے بعد زخم بھر گیا۔

صلح کی بات چیت شروع ہو گئی

قیس بن سعد بارہ ہزار لشکر لیکر بطور مقدمۃ الجیش روانہ ہو چکا تھا اور اس نے انبار میں جا کر ڈیرا ڈالا ہوا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنا لشکر لے کر انبار پہنچ گئے اور قیس بن سعد کی فوج کا محاصرہ کر لیا اور ساتھ ہی عبداللہ بن عامر کو ایک مختصر سا لشکر دے کر مدائن کی طرف روانہ کیا۔ اس سردار کا مقصد لڑنا نہیں تھا بلکہ صلح کی پیش کش کرنا تھا۔ حضرت امام حسنؓ پہلے ہی صلح کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عامر کو ایک لشکر کے ساتھ آتے دیکھ کر حضرت امام حسنؓ بھی اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے مدائن شہر سے باہر نکلے۔ عبداللہ بن عامر نے امام حسنؓ کے لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر بلند آواز سے پکارا کہ لوگو! میں لڑنے کے لیے نہیں آ رہا ہوں بلکہ میں تو صلح کا پیغام لیے آ رہا ہوں۔

امیر معاویہؓ لشکر لیے انبار میں پڑے ہیں۔ انہوں نے مجھے صلح کا پیغام دے کر بھیجا ہے کہ حضرت امام کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ میں امام حسنؓ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ لڑائی سے بچو بہت ہلاکت ہوتی ہے۔ یہ سن کر امام حسنؓ واپس مدائن پہنچ گئے اور عبداللہ بن عامر کو کہلا بھیجا کہ میں حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنے اور ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کو تیار ہوں لیکن میری چند شرطیں ہیں:۔

پہلی شرط یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کتاب وسنت پر قائم رہنے اور سابقہ رنجشوں کو بھلا دینے کی ضمانت دیں کہ کسی کے جان و مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور ہمارے طرفداروں کو امان دینے کا وعدہ کیں۔ کیونکہ "اَلصُّلْحُ خَیْرٌ"

صلح کرنا بہتر ہے

پیغامبر کی زبانی یہ باتیں سن کر عبداللہ بن عامر فوراً حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے اور انہیں مژدہ سنایا کہ امام حسنؓ صلح کے لیے تیار ہیں لیکن ان کی چند شرطیں ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک سفید کاغذ کے نیچے اپنے دستخط کر دیئے اور مہر ثبت کر دی اور یہ نزطاس بن عبداللہ بن عامر کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اس کاغذ کے اوپر جو شرطیں لکھ لیں منظور ہے۔

ایسی باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ حضرت امام حسنؓ کے پاس آئے اور کو صلح سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ امام حسنؓ نے وہ ساری جنگیں دیکھی تھیں جن میں مسلمانوں کا خون ی کی طرح سے بہہ چکا تھا اور ساتھ ہی وہ امیر معاویہؓ کی انتظامی صلاحیت سے بھی واقف تھے اس لیے ہوں نے صلح کو مقدم رکھا اور اس معاملہ میں کسی تر شرطی کا مطلقاً خیال نہ رکھا۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؓ کاتب سے لکھوایا :۔

شرائطِ صلح

یہ صلحنامہ حسن بن علیؓ ابن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیان کے درمیان لکھا جاتا ہے اور دونوں مندرجہ ذیل باتوں پر متفق اور رضامند ہیں :۔

- امر خلافت معاویہؓ بن ابی سفیان کو سپرد کیا گیا ہے۔ معاویہؓ کے بعد مسلمان مصلحتِ وقت مطابق جس کو چاہیں گے خلیفہ بنائیں گے۔
- معاویہؓ کے ہاتھ اور زبان سے سب محفوظ رہیں گے اور معاویہؓ سب کے ساتھ نیک سلوک یں گے۔
- معاویہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلقین اور ان کے طرفداروں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔
- حسن بن علیؓ اور حسین بن علیؓ اور ان کے متعلقین کو امیر معاویہؓ کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جس شہر اور جس آبادی میں چاہیں گے سکونت اختیار کر لیں گے۔ امیر معاویہؓ ان کے عاملوں اور گماشتوں کو یہ حق نہیں ہو گا کہ وہ ان کو محکوم سمجھ کر اپنے کسی ذاتی حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کریں۔
- صوبہ اہواز کا سالانہ خراج امیر معاویہؓ حسن بن علیؓ کو پہنچاتے رہیں گے۔
- کوفہ کے بیت المال میں اس وقت جتنا روپیہ ہے وہ سب حسن بن علیؓ کی ملکیت سمجھا جائے گا وہ اپنے اختیار سے جس طرح چاہیں گے اس پر تصرف کریں گے۔

Marfat.com

• امیر معاویہؓ بنی ہاشم کو انعامات اور عطیات دینے میں دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔
اس صلحنامہ پر عبداللہ بن حارث بن نوفل اور عمرو بن ابی سلمیٰ کی اکابر کے دستخط بطور گواہ ہو گئے۔
جب یہ صلحنامہ حضرت امیر معاویہؓ کو انبار پہنچا تو وہ بہت خوش ہوئے محاصرہ اٹھایا اور کوفہ روانہ ہو گئے۔ قیس بن سعد بھی اپنا لشکر لے کر کوفہ پہنچ گئے۔

جامع مسجد کوفہ میں حضرت امام حسنؓ اور دیگر ساتھیوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

کوفہ پہنچ کر امیر معاویہؓ نے جامع مسجد کوفہ میں امام حسنؓ اور اہلِ کوفہ سے بیعت لی۔ قیس بن سعد مسجد میں نہ آیا اس کو طلب کیا گیا اور ساتھ ہی ایک سفید کاغذ پر دستخط کر کے اس کے پاس بھیج دیا گیا کہ جو شرط چاہیں لکھ دیں۔ میں منظور کرنے کو تیار ہوں۔
قیس بن سعد نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کی امان چاہی جو دے دی گئی۔ اس کے بعد قیس بن سعد اور اس کے ساتھیوں نے آکر بیعت کر لی حضرت امام حسینؓ نے بیعت کرنے میں قدرے تامّل کیا۔ حضرت امام حسنؓ نے کہا کہ انہیں رہنے دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد امام حسینؓ نے بھی بیعت کر لی۔
حضرت عمرو بن العاص کے کہنے پر حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ سے درخواست کی آپ منبر پر کھڑے ہو کر اپنی بیعت کا اعلان فرما دیں تاکہ عوام کو بھی شک و شبہ نہ رہے۔
حضرت امام حسنؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا......
مسلمانو! میں فتنہ کو بہت مکروہ سمجھتا ہوں اپنے جدِّ امجد کی امت میں فتنہ کو دور کرنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لیے میں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی ہے اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا ہے اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے ان کو بخش دیا ہے۔
یہ کہہ کر حضرت امام حسنؓ منبر سے اترے تو حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے مخاطب ہو کر بے اختیار کہا کہ اے ابو محمد! آپ نے اس قسم کی جوانمردی اور بہادری دکھائی ہے کہ ایسی جوانمردی اور بہادری آج کوئی نہیں دکھا سکتا......
یہ صلح ۴۱ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوتی ہے۔ اس سال کو لوگ "عام الجماعت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ دمشق کو روانہ ہو گئے اور جب تک امام حسنؓ زندہ رہے ان کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتے رہے اور حسب وعدہ ان کو رقم بھیجتے رہے۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جو بالکل الگ تھلگ تھے اور انہوں نے بکریاں چرانے کا کام اختیار کر لیا تھا حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس طرح مسلمانوں نے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

لوگوں نے اعتراض کیا کہ اہواز کا خراج تو کوفہ کا حصہ ہے اور پھر مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کرتے رہے لیکن حضرت امام حسنؓ نے ان کو فرمایا کہ صلح اور امن پسندی اس سے اچھی ہے کہ فتنہ و فساد کو ہوا دی جائے اور مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت اس سے اچھی ہے کہ ان کے جان و مال کو ہمیشہ کا خطرہ رہے۔ اس کے بعد کچھ لوگ مطمئن ہو گئے۔ آپ نے چند دن کوفہ میں قیام کیا پھر آپ نے مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کر لی۔

حضرت امام حسنؓ کا انتقال

۵۰ھ میں حضرت امام حسنؓ نے وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ زہر سے ہوئی ہے اور ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے انہیں زہر دیا تھا۔ لیکن اس معاملہ میں کوئی تحقیقی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ تاہم صبر و تحمل اور تسلیم و رضا کے اس مجسمہ نے اس صورت میں انتقال فرمایا جبکہ دنیائے اسلام میں امن و امان کا دور دورہ تھا۔

نماز جنازہ حضرت امام حسینؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ وفات کے وقت عمر سنتالیس سال تھی۔ انتقال سے پہلے آپ نے اپنے بھائی امام حسینؓ سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک خلافت پہنچنے میں بے شمار تلواریں میان سے باہر آئیں اور اس خونریز تصادم کے بعد میں نے یہ سمجھ لیا کہ خلافت اور نبوت دونوں ہمارے خاندان میں نہیں رہ سکتیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوفہ کے شرپسند لوگ آپ کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے تم انکے فریب میں نہ آنا۔ ان لوگوں نے کسی سے وفا نہیں کی۔

حضرت امام حسنؓ صلح جو، صلح پسند طبیعت کے مالک تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی گود میں لیے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار محبت سے حضرت حسنؓ کو دیکھ رہے تھے اور دوسری بار سامعین کی طرف توجہ فرماتے۔ اس اثناء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا لڑکا سردار ہے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں

Marfat.com

اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ایک تند و تیز ہوا چلا دی جس سے کفار کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ان کی ہنڈیاں جو چولہوں پر رکھی ہوئی تھیں سب کی سب الٹ گئیں اور کفار نے ہراساں ہو کر محاصرہ اٹھا لیا اور مکہ مکرمہ کو واپس ہو گئے اس کے بعد انہیں پھر جارحانہ کارروائی کرنے کا موقعہ نہ ملا۔

غزوہ احزاب سے پہلے اور بعد بھی ایسے بہت سے واقعات تھے جبکہ صحابہ کرامؓ پریشانیوں اور خوف و ہراس میں شب و روز گزار تے تھے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ o

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ وہ ان کو ضرور خلافت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے اس نے نیک لوگوں کو خلافت دی تھی اور ان کے دین کو مضبوط کر دے گا وہ دین جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا صرف شرط یہ ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اگر وہ اس (خلافت حاصل کرنے) کے بعد کفر کریں گے تو وہی لوگ فاسق و فاجر ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے وعدہ فرمایا کہ جو ایماندار اور نیک کام کرنے والے ہیں ان کو ضرور زمین پر خلافت دیں گے جیسا کہ امم سابقہ میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی تھی یا موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی اور ان کے دین کو جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اس دین کو شرک، بدعت، الحاد، زندقہ وغیرہ سے بچا کر ان کے لیے مضبوط اور استوار کر دیں گے اور ان کے خوف و ہراس اور بے چینی و اضطراب کو مبدل بہ سکون و امن کر دیا جائے گا ہاں شرط یہ ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں، اور میرے ساتھ کسی کو شریک یا ساجھی نہ بنائیں تو ان کی خلافت کی پائیداری ہوگی اور اگر وہ کفرانِ نعمت کریں تو وہی لوگ فاسق و فاجر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا وعدہ فرمایا ہے:۔

- خلافت دینے کا
- تمکین دین کا
- مسلمانوں کے خوف و ہراس کو امن سے بدل دینے کا۔

Marfat.com

صلح اور آشتی کے نتائج کے ثمر ہیں۔

کیا حضرت امام حسنؓ کی صلح جویانہ روش نے کشتِ زارِ اسلام کواز سرِنو سرسبز و شاداب نہیں کیا؟ کیا یہ درست نہیں ہے کہ مسلمانوں کی تمام فتوحات اور کامیابیاں امام حسنؓ کی رُوح پُر فتوح پر رحمت کی بارش کر رہی ہیں؟ یقیناً نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صلحنامہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے الفاظ کی حرف بحرف تائید کر رہا ہے "کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

اسلام نے حضرت خالدؓ بن ولید ایسا سپہ سالار، حضرت عمروؓ بن العاص ایسا مدبر اور حضرت امیر معاویہؓ ایسا سیاستدان تو پیدا کیا ہے لیکن امام حسنؓ ایسا بہادر سپہ سالار، ایسا مدبر اور ایسا سیاستدان تاریخ کے اوراق میں کہیں نظر نہیں آیا جس نے ۴۱ھ ربیع الاول کے مہینہ میں وسعتِ قلبی کے ساتھ یہ فرمایا کہ "اگر امارت اور خلافت امیر معاویہؓ کا حق ہے تو ان کو پہنچ گیا ہے اور اگر یہ میرا حق ہے تو میں نے ان کو بخش دیا ہے۔

کیا رہتی دنیا تک تاریخ میں ان الفاظ سے زیادہ کسی اور چیز کو بقا ہو سکتی ہے؟؟؟....

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

* * *

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَ صَلِّ عَلَیْہِ

نوٹ: خلفائے راشدین کے سی سالہ دور میں جو علاقہ جات مفتوح ہوئے ان کو ایک خاکہ میں ظاہر کیا گیا ہے جو آئندہ صفحہ پر چسپاں ہے۔

دعوتِ قلب و فکر

۵ھ کے واقعات کو اگر تصور میں لایا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریشِ مکہ تیس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ پر چڑھے آ رہے تھے اور وہ تمام لشکر اچھی طرح کیل کانٹے سے لیس تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اندر ہی رہ کر اس لشکر کا مقابلہ کرنا چاہا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ کو قبول فرما لیا تھا...... کہ ایک طرح سے قلعہ بند ہو جائیں اور اس کی یہ تجویز نکالی کہ مدینہ منورہ کے اردگرد پانچ گز گہری اور پانچ گز چوڑی خندق کھودی جائے تاکہ حملہ آور شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔

صحابہ کرامؓ ٹولیاں بنا کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ کام بھی ہو رہا تھا اور زبان پر ذکرِ الٰہی بھی جاری تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ بھی کئی روز کے بھوکے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی روز کا فاقہ تھا۔ قریباً سب نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے تاکہ کدال چلاتے ہوئے کمزوری کی وجہ سے کمر دوہری نہ ہو جائے۔ اس موقعہ پر تمام صحابہ کرامؓ کے چہروں پر نقاہت کے آثار پائے جاتے تھے۔

کمزوری بھی بڑھ رہی تھی لیکن کام بھی جلدی کرنا تھا۔ حضرت جابرؓ اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ گھر میں جو جو ہیں ان کو تم پیس لاؤ اور میں اس چھوٹے سے بکری کے بچہ کو ذبح کر لیتا ہوں...... اس کے بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آ کر کھانا کھا لیں۔ مجھ سے ان کی نقاہت دیکھی نہیں جاتی۔ بیوی آٹا پیسنے چلی گئی اور حضرت جابرؓ بکری کے بچہ کو ذبح کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دبی زبان میں عرض کرنے لگے کہ حضور! تھوڑے عرصہ کے بعد بالنسات ساتھیوں کے ساتھ غریب خانہ پر تشریف لے آویں تھوڑا بہت کھانا تیار ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ میں اعلان کر دیا کہ

Marfat.com

جابرؓ نے آپ کی دعوت کی ہے ان کے گھر چلنا ہے۔ حضرت جابرؓ یہ سن کر بہت گھبرائے کہ کھانا تو بہت قلیل ہے اور صحابہؓ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ گوشت کی ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتاریں اور روٹی پکانا شروع نہ کریں جب تک میں نہ آجاؤں۔

حضرت جابرؓ غمزدہ ہو کر اپنے گھر آئے اور اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ کھانا بہت تھوڑا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کام کرنے والے صحابہ کرامؓ کو دعوت دے دی ہے۔ ویسے انہوں نے تمہارے لیے یہ حکم دیا ہے کہ ہنڈیا کو چولہے پر پکنے دیں نیچے نہ اتاریں خواہ پک بھی جاوے اور اسی طرح روٹی تنور میں پکانا شروع نہ کریں جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہ لے آویں حضرت جابرؓ کی بیوی نے عرض کی کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے۔

کچھ دیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ جو خندق کھود رہے تھے حضرت جابرؓ کے مکان پر پہنچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنڈیا اور گوندھے ہوئے آٹے پر کچھ پڑھا اور پھر فرمایا کہ تنور میں اب روٹی پکنا شروع ہو جا دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے روٹی اور سالن ڈال کر صحابہ کرامؓ کو دینے لگے۔ تمام کے تمام صحابہ کرامؓ (جو ہزار سے متجاوز تھے) نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ لیکن ہنڈیا میں سالن بدستور موجود تھا اور روٹیاں تنور سے پک پک کر نکل رہی تھیں۔

اس حدیث کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کی فاقہ مستی کا عالم تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ غزدہ احزاب کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ کھدائی کرتے ہوئے ایک ایسا مقام آیا جہاں ایک بہت بڑی چٹان تھی۔ صحابہ کرام بے انتہا کوشش کرتے رہے لیکن چٹان ہے جو ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی۔ آخر صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اس جگہ کچھ ایسا پتھر آگیا ہے جو ٹوٹ نہیں رہا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر کدال کی پہلی ضرب لگائی ایک شعلہ نمودار ہوا چٹان میں شگاف پڑ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اللہ اکبر کہا۔ صحابہ کرامؓ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال سے دوسری ضرب لگائی تو پھر شعلہ ظاہر ہوا اور چٹان بھی ٹوٹ گئی مگر کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعلہ کو دیکھ کر پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا صحابہ کرامؓ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا تیسری بار حضور اکرم نے کدال کی ضرب لگائی تو چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی

اس میں پہلی طرح شعلہ نمودار ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعلہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ صحابہؓ نے بھی متابعت میں اللہ اکبر کہا۔........

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والسلام ابھی ابھی آئے تھے جب میں نے پہلی بار کدال سے ضرب لگائی تو مجھے یمن کا ملک دکھایا جو فتح ہو جائے گا۔ دوسری کدال پر شام کا ملک سپرد کیا گیا اور تیسری کدال پر مجھے ایران کے ملک کی چابیاں دی گئیں اور اس روشنی میں مجھے ان محلات بھی دکھائے گئے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو مسرور ہوئے اور ان کے لیتینیات میں یہ بات داخل ہو گئی کہ یمن، شام اور ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جا

اللہ اللہ! ۵ھ کا واقعہ ہے جب کہ مسلمانوں پر کئی روز کی فاقہ کشی کی وجہ سے نقاہت اس قدر غالب ہو چکی تھی کہ انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ لیکن اس فاقہ مستی اور نقاہت میں یہ حال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں وہ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کو اپنے پاؤں تلے روند رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ خندق کھودتے ہوئے اس پیشینگوئی کو ایمان والیقان کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں خندق بھی مکمل ہو گئی تھی اور صحابہ کرامؓ دن رات پہرہ دیتے رہے تا آنکہ دشمن سر پر آ پہنچا۔ قریش مکہ نے پہلی بار مدافعت کے اس طریق کو دیکھا تھا۔ وہ خندق پار کرنے سے عاجز اور مجبور ہو کر باہر خیمہ زن ہو گئے۔

چالیس روز تک پڑے رہے۔ کچھ بن نہ پڑی تیر اندازی کرتے لیکن بے سود کیونکہ مسلمانوں نے اس بارے میں خوب مدافعت کر رکھی تھی۔

نقصان اہل مکہ کا ہی ہوتا تھا اس لیے کہ صحابہ کرامؓ اپنے اپنے گھروں میں قلعہ بند ہو گئے تھے جم کر اپنی مدافعت کرتے رہے۔ راتوں کو جاگتے دن کو پہرہ دیتے، عورتوں کو ایک مکان میں جمع رکھا تھا باقی مرد قلعہ بند ہو کر اپنی مدافعت بھی کرتے اور دشمن پر تیر اندازی بھی کرتے تھے۔

ایک روز عرب کا مشہور پہلوان عبدالود اپنے گھوڑے کو ایک تنگ جگہ سے ایڑھ لگا کر خندق کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے آتے ہی مبارزت طلبی کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے مقابلہ کے لیے سامنے آ گئے۔ چنانچہ وہ بہادر پہلوان شیر خدا علی المرتضیٰؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے بعد کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ خندق کو عبور کر کے آسکے۔

ان تمام سہولتوں کے باوجود صحابہ کرامؓ دن رات جاگتے اور پہرہ دیتے دیتے تھک چکے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یہ حالت کب تک رہے گی؟

اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ایک تند و تیز ہوا چلا دی جس سے کفار کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ان کی ہنڈیاں جو چولہوں پر رکھی ہوئی تھیں سب کی سب اُلٹ گئیں اور کفار نے ہراساں ہو کر محاصرہ اٹھا لیا اور مکہ مکرمہ کو واپس ہو گئے اس کے بعد انہیں پھر جارحانہ کارروائی کرنے کا موقعہ نہ ملا۔

غزوہ احزاب سے پہلے اور بعد بھی ایسے بہت سے واقعات تھے جبکہ صحابہ کرامؓ پریشانیوں اور خوف و ہراس میں شب و روز گزارتے تھے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ وہ ان کو ضرور خلافت دے گا جیسا کہ ان سے پہلے اس نے نیک لوگوں کو خلافت دی تھی اور ان کے دین کو مضبوط کر دے گا وہ دین جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا صرف شرط یہ ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اگر وہ اس (خلافت حاصل کرنے) کے بعد کفر کریں گے تو وہی لوگ فاسق و فاجر ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے وعدہ فرمایا کہ جو ایماندار اور نیک کام کرنے والے ہیں ان کو ضرور زمین پر خلافت دیں گے جیسا کہ امم سابقہ میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی تھی یا موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی اور ان کے دین کو جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اس دین کو شرک، بدعت، الحاد، زندقہ وغیرہ سے بچا کر ان کے لیے مضبوط اور استوار کر دیں گے اور ان کے خوف و ہراس اور بے چینی و اضطراب کو مبدل بہ سکون و امن کر دیا جاتے گا ہاں شرط یہ ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں، اور میرے ساتھ کسی کو شریک یا ساجھی نہ بنائیں تو ان کی خلافت کی پائیداری ہوگی اور اگر وہ کفرانِ نعمت کریں تو وہی لوگ فاسق و فاجر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا وعدہ فرمایا ہے:۔

- خلافت دینے کا
- تمکین دین کا
- مسلمانوں کے خوف و ہراس کو امن سے بدل دینے کا۔

Marfat.com

اب ان تینوں باتوں پر غور کیجئے کہ ۵ھ غزوۂ احزاب کے وقت کس طرح قلتِ تعداد، قلتِ اسلحہ اور قلتِ نان و نفقہ کی صورت تھی اور کفار چاروں طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے چڑھ آئے تھے۔ اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو تسلی دیتا ہے اور وعدہ فرماتا ہے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے چنانچہ دیکھتے دیکھتے ہی دیکھتے کفار کی بھیڑ چھٹ گئی جب کہ امر کے حکم سے ایک جھکڑ چلنا شروع ہو گیا۔ ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کی ہنڈیاں اور کھانے پینے کا سا سب الٹ پلٹ ہو گیا اور وہ اس محاصرہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

کفار کی یہ پسپائی اور ہزیمت تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو لیکن اے ایماندارو! تمہیں تو میں اس سے زیادہ دینے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ دنیا میں تمہاری خلافت ہو گی اور مضبوط خلافت ہو گی جس کی بدولت تمہارا دین مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سب جگہ پھیل جائیگا اور پھر وہ دین دیگر ادیان کی طرح سے نہ ہو گا (جن میں تبدیلیاں آ چکی ہیں) بلکہ وہ دین "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" کے تحت الٰہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کا پسند کیا ہوا ہو گا پھر تمہارے خوف کو مبدل بہ امن کر دیا جائے گا یعنی تم جو آج کفار کے لشکر سے ان کی کثرت اور ان کی شرارت کی وجہ سے ڈرتے ہو اس خلافت ارضی کے بعد تم لوگ امن و امان میں ہو گے اور کفار کے حصہ میں ڈر اور خوف و ہراس آ جائے گا۔

اب اندازہ کیجئے کہ جنگِ احزاب کے اگلے سال یعنی ۶ھ میں صلحنامہ حدیبیہ ہوتا ہے جس کی رو سے مسلمانوں کو قدرے سکھ اور چین کی زندگی نصیب ہوئی تاکہ اعلائے کلمۃ اللہ کا حق ادا کر سکیں۔ ۷ھ میں خیبر کے یہودیوں کی سرکوبی کی گئی جو کہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کی آخری طاقت تھی پھر اسی سال مسلمانوں نے عمرہ کیا مکہ مکرمہ کے لوگوں کو خیال ہو گیا تھا کہ یثرب کی آب و ہوا ان لوگوں کے راس نہیں آئی اب ان کی صحت گر گئی ہے اور ان میں ہر وقت خوف و ہراس پایا جاتا ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ طواف میں "رمل" کا طریق اختیار کریں تاکہ کفار کو معلوم ہو جائے کہ یثرب کی آب و ہوا نے انہیں کمزور نہیں بنا بلکہ پہلے سے زیادہ طاقتور اور جفاکش بنا دیا ہے۔ یہی سنت آج تک حج کے ارکان میں شامل ہے۔

صلحنامہ کی شرط کے مطابق مسلمان تین دن تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کے بعد واپس مدینہ منورہ جاتے ہیں۔ ۸ھ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے اسباب پیدا کر دیئے ..... بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف قبیلے پر بنو بکر قریش کے حلیف قبیلہ نے حملہ کر دیا اور وہ بھی خانہ کعبہ میں قریش کو از روئے صلحنامہ چاہیے تھا کہ اپنے حلیف قبیلہ بنو بکر کو ظلم و تعدی سے روکتے لیکن بجائے روکنے کے ان کی امداد کرتے رہے۔

Marfat.com

بنو خزاعہ نے مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے "یا محمد" کہہ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا اور ساتھ ہی امداد چاہی اور اپنے قبیلہ کے دو آدمی مدینہ منورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریادی کی صورت میں بھیج دیئے جس وقت بنو خزاعہ پر مکہ مکرمہ میں حملہ ہو رہا تھا تو "یا محمد الغیاث الغیاث" کے الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کے وقت مدینہ منورہ میں سُنے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت زینبؓ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک لبیک کے الفاظ زبان مبارک سے جو اس وقت ادا کیے وہ مکہ مکرمہ میں بنو خزاعہ نے اپنے کانوں سے سُنے۔

سائنس اور وائرلیس کی دنیا کے انسان کو تو اس بات پر متحیر نہیں ہونا چاہیے کہ تین سو میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے لیسے پہنچ سکتی ہے جب کہ ان کی اپنی آواز براڈ کاسٹنگ سٹیشن سے (Relay) ریلے کرتے وقت ... ہوئے زمین کے گوشہ گوشہ میں سنی جا رہی ہے۔

جب ان کے اس ریلے پر حیرت و استعجاب نہیں کیا جاتا تو نبوت کی اس آواز پر انکار کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے؟

فرق تو صرف براڈ کاسٹنگ سٹیشن کا ہی ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت کا ہمہ وقت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے اور تمام ارضی، سماوی، فضائی، بری اور بحری لہریں اور عوامل اسی ذات کے قبضہ و قدرت میں ہوتے ہیں۔ جب چاہا اور جس وقت چاہا فاصلوں اور اوقات کو ایک طرف رکھتے ہوئے آواز کو مقررہ مقام پر پہنچا دیا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" تک لے گیا ...... باری تعالیٰ کے ان تصرفات کو کون روکنے والا ہے؟ البتہ ان باتوں کو سمجھنے اور ان پر ایمان لانے کے لیے قلبِ مطمئنہ اور ایمان غیر متزلزل کی ضرورت ہے......

بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو بھی بنو خزاعہ نے مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے سنا اور وہ مطمئن ہو گئے کہ ان کی امداد کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ رمضان ۸ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسی صفات انسانوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں بنو خزاعہ کی امداد کے لیے پہنچے اور مکہ مکرمہ پر بغیر خونریزی کے قبضہ ہو گیا.....

بڑے بڑے جبابرہ اور جغادری سر جھکائے اس دُرِّ یتیم کے سامنے کھڑے تھے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" فرما کر "اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ" سے سب کو آزاد کر دیا۔

مکہ مکرمہ کے بعد غزوہ حنین کا واقعہ پیش آیا جس کو فتح کرنے کے بعد طائف سے ہوتے ہوئے

Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت قیصر و کسریٰ کی نظر میں ایک عرب کے تاجدار کی تھی۔ اس لیے رومیوں نے ۹ھ میں تبوک کے مقام پر لاکھوں کی تعداد فوج لا کھڑی کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کا سفر اختیار کیا جب کہ ان کی رفاقت میں تیس ہزار صحابہ تھے۔ مقابلہ تو قیصرِ روم کی فوجوں سے نہ ہوا۔ البتہ اس علاقہ کے تمام سرداروں پر مسلمانوں کا رُعب بیٹھ گیا۔ اسی سال مکہ مکرمہ کے لوگوں کو آگاہ کر دیا گیا کہ آئندہ سے اس بیت اللہ شریف میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی منکرانہ افعال کا ارتکاب کرنے پائے گا۔

۱۰ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے ارادہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر منیٰ کے میدان میں ایک تاریخی خطبہ دیا جس کا ایک ایک لفظ اسلام کے دستورِ اساسی کی وضاحت کر رہا ہے۔ دنیائے عالم کے سامنے اسلامی نظام کی دفعات پیش کی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔

۱۱ھ ربیع الاوّل کے مہینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے ہیں لیکن علالت کے دوران بھی ملکی سرحدات کا خیال رہا۔ چنانچہ اسامہ بن زیدؓ کو لشکر دے کر روانہ کر دیا۔ لشکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی وجہ سے رُکا رہا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا مسئلہ از خود شروع ہو گیا مشیت الٰہی سے حضرت صدیق اکبرؓ متفقہ طور پر خلیفہ منتخب ہوئے لیکن خلافت سنبھالتے ہی ایک زبردست طوفان اٹھا۔ سوائے حرمین الشریفین اور طائف کے تمام عرب کو اس طوفان نے آن گھیرا۔ چاروں طرف خوف و ہراس پھیل چکا تھا اور دین اسلام کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دینا اس طوفان کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جہاں خلافت کا بار ...... ضعیف البدن، قوی الایمان اور منکسر المزاج حضرت صدیق اکبرؓ کے کاندھوں پر ڈالا تھا وہاں اتنا شعور، فراست اور عزم بھی انہیں عطا کیا تھا کہ صرف آٹھ نو ماہ کے قلیل عرصہ کے اندر اندر طوفان بھی بیٹھ گیا۔ خوف و ہراس بھی جاتا رہا اور از سرِ نو بادِ صبا چلنا شروع ہوئی اور تمام لوگوں کے چہروں سے افسردگی کے آثار جاتے رہے پھر مسرت و بہجت کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور دین حقہ کو استحکام اس قدر حاصل ہو گیا کہ مسلمانوں کے چہروں کو دیکھ کر غیر مسلم مسلمان ہونے لگے۔

جنگ کے میدان میں ہر کہ و مہ اپنے اقوال و افعال سے دنیائے عالم کو ...... درسِ اخلاق دینے لگا۔ سوا دو سال کے بعد خلافت حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد ہوئی ان کا دور اسلام اور مسلمانوں کے لیے موسمِ بہار تھا۔ اس باغ و بہار کی رونق کو اب بھی تصور کی دنیا میں دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

بہار ہے جس کی رنگینیوں میں انسان کھو یا سا جاتا ہے۔ ان کی ساڑھے دس سالہ خلافت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ ان کے ابتدائی پانسات سال کی مہک سے دماغ کو معطر کر رہی ہے۔ لوگ اس موسم میں دور دراز ملکوں سے آتے اور اسلام کے سرسبز و شاداب باغ و بہار سے دل و دماغ اور جسم و روح کو ترو تازہ کرتے۔

ان کے اخیر دور میں تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں جس نے شجر اسلام کے تنے کو ہلانے کی کوشش کی لیکن خلیفہ کے صبر و تحمل، صلح جویانہ اور امن پسندی کی صفات نے شجر اسلام کے تنے کو ہلنے سے بچا لیا۔

ان کے بعد خلافت کا کام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہوا۔ اس وقت موسم خزاں شروع ہو چکا تھا۔ استحکامِ خلافت، تمکینِ دین اور امن و امان کی شاخوں میں پت جھڑ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ پھر ایسا اتفاق موسم خزاں کی وجہ سے پتے بھی جھڑ رہے تھے اور شجر اسلام کی جڑوں میں بھی خطرناک قسم کے کیڑے پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔

مخالفین نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی کہ اس شجر اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر رکھ دیں۔ برگ و بار خزاں کی وجہ سے جھڑ ہی چکے تھے لیکن عزم حیدری رضی اللہ عنہ نے پوری تندہی سے اس شجر اسلام کی آبیاری کی۔ اپنا وقت صرف کیا۔ جب تنے اور جڑ کی دیکھ بھال ہو گئی تو ان زائد شاخیں جو درخت کی شگفتگی میں حائل ہو رہی تھیں ان کی کانٹ چھانٹ کرنا شروع کر دی اور اپنے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

دوست و احباب کی غیر ذمہ دارانہ روش کو بالائے طاق رکھتے ہوئے استحکام دین کی طرف اپنی توجہ مبذول کر دی۔ ویسے تو موسم خزاں کے دن بھی گزر چکے تھے تاہم متواتر شب و روز کی محنت شاقہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پاؤں جواب دے چکے تھے اور ایسی پیہم کوشش میں انہوں نے جان بھی جان آفرین کے سپرد کر دی۔

پھر ان کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق "یہ میرا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا" اس طور شجر اسلام کی آبیاری کی شجر کی شگفتگی اور ترو تازگی نے دنیائے عالم کو متحیر کر دیا اور دنیا کے تمام جنگ و تر مقامات پر اس اسلام کے برگ و بار کی خوشبو اور مہک پھیل گئی۔

ع دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

کیا حقیقت میں یہ خلافت راشدہ "اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" کی نشانہ ہی نہیں

کر رہی ہے؟ اور کیا "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ .... فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ" کی جامع ملائم تفسیر نہیں ہے؟ ....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں امن و امان کی فضا غزوۂ احزاب کے بعد پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ مطمئن ہو گئے تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد کئی ایک خطرے ضرور لاحق ہو رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر حضرت علیؓ تک اپنا وعدہ خلافت کے متعلق صحابہ کرامؓ کے بارے میں پورا کر دکھایا جس میں تمکین بھی ہوتی رہی اور خوف و ہراس کی بجائے امن و امان بھی قائم رہا۔

اگر کہا جائے کہ تیس ہجری سے لے کر چالیس ہجری تک کا ایسا دور بھی ہے جس میں جھگڑے چلتے رہے تو ایسا کونسا انسان ہے جو موسم کے تغیر و تبدل کا انکار کرے گا۔ گرمی، سردی، برسات، بہار اور خزاں موسم اپنے اپنے وقت پر آتے رہتے ہیں اور موسموں کا ادلتے بدلتے رہنا ہی اس کون و فساد میں کائنات کی بقا کا سبب ہے۔

اسی طرح خلافتِ راشدہ پر بھی کچھ وقت پت جھڑ کا گزرا لیکن ...... خلفائے راشدینؓ نے اپنے تدبر، تقویٰ اور صبر و تحمل سے یہ وقت گزار دیا اور تند و تیز ہواؤں کے چلنے سے نہ خود گھبرائے اور نہ کو گھبرانے دیا ....

اب اس تیس سالہ خلافتِ راشدہ کو سامنے رکھیے اور پھر انصاف سے بتائیے کہ دین اسلام ایک آئین و دستور پیش نہیں کرتا جو ہر مزاج اور ہر آب و ہوا کے لیے موافق ہو؟ .... وہ لوگ جو پیش کرتے ہیں کہ اسلام قابلِ عمل (PRECTICABLE) نہیں ہے کیونکہ یہ زندگی کے ہر شعبہ میں کام نہیں زمانہ کے روز بروز کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ ایسے خیالات رکھنے والے اصل کی تعلیم اور اسلام کی تاریخ سے اپنی عدمِ واقفیت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں ......

اس تیس سالہ دورِ خلافت میں (جو کہ علی منہاج نبوت قائم رہی ہے) اس زمانہ کی دنیا کا کونسا متمدن ملک تھا جہاں پر اسلام کی تعلیمات کا اثر بالواسطہ یا بلا واسطہ نہ پہنچا ہو؟ اور پھر ان دور دراز علاقوں میں مسلمان جہاد کی صورت میں، تجارت کی غرض سے، سیر و سیاحت یا تبلیغ کے لیے نہ گئے ہوں اور انہوں نے کچھ عرصہ وہاں اقامت اختیار نہ کی ہو؟ اور انہیں غیر مسلموں سے میل جول اور اختلاط کا موقعہ ہاتھ نہ آیا ہو؟ اصول جہانبانی کا یہ عالم ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ایک عامل نے لکھا کہ یہود اور نصاریٰ شراب اور سور کے گوشت کا استعمال کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا کیا جائے؟ امیر المومنین

طرف سے حکم جاری ہوتا ہے کہ یہ ان کے کھانے پینے کی چیزیں ہیں ان پر پابندی نہیں لگانا چاہیئے
بتہ جو کچھ وہ کریں اپنی مخصوص جگہوں پر کریں۔

سُود کا کاروبار تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھا لیکن اسلام نے اس النسانیت
ں کاروبار کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ ایسا لین دین کرنے سے النسان کا جذبۂ ہمدردی ختم ہو جاتا ہے۔
ر اس سے ہر قسم کے استحصال اور سرمایہ داری کو تقویت پہنچی ہے اور اس کی وجہ سے سُود خواروں میں لوگوں
ے خون چوسنے کی عادت ایک طرح طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

اسی طرح منہیات، فحاشی اور اخلاق باختہ سوسائٹیوں کا رواج دنیا کے حصّول میں اس وقت بھی
تھوڑا بہت موجود تھا۔ خلفائے راشدینؓ نے ان کی روک تھام کس انداز سے کی ہے؟ انہوں نے
وشش کی کہ ایسے فسق وفجور پنپنے نہ پائیں اور ان کے مہلک اثرات سے مسلمان بچے رہیں اگر کوئی مسلمان
یسی اخلاق باختہ سوسائٹی کی وجہ سے ملوث ہوتا تو اس پر شرعی حد قائم کی جاتی جو ہر ذی روح کے لیے عبرتناک ہوتی

اسی طرح "اوامر" پر عمل پیرا کرنے کے لیے مسلمان پر سختی بھی ہے لیکن غیر مسلموں کو ان کی پرائیویٹ زندگی
ں انہیں ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔

انتظامیہ اور رفاہ عامہ کے کاموں میں کونسا ایسا شعبہ ہے جس میں خلفائے راشدینؓ کے دور میں کام
نہیں ہوا...... عدلیہ، انتظامیہ، مجلس شوریٰ، دفاع، نظارت نافعہ (پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ) تعلیم،
حفظانِ صحت وغیرہ وغیرہ ہر قسم کے محکمہ جات قائم تھے۔

آمدنی کے مدّات میں زکوٰۃ، عشر، صدقات، عشور، خراج، جزیہ وغیرہ کی وصول کے لیے
محکمہ جات قائم کر رکھے تھے۔

دینِ اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں باقاعدہ ایک نظام تھا جس کا کام نومسلموں کو تعلیم کے زیور
سے آراستہ کرنا تھا۔

بیروزگاری کو ختم کرنے کے لیے مردم شماری کا نظام جاری تھا۔ جس خلافت میں خلیفہ راشد نے
مدینہ منورہ بیٹھے ہوتے اپنی زبان سے کہہ کر یہ ذمہ داری لی ہو کہ اگر دریائے نیل کے کنارے پر بھی کوئی اونٹ
بھوکا مر جائے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اور میں قیامت کے روز اس کا جواب دہ ہوں گا پھر
جس امی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہو کہ انہوں نے اپنے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ ایک عورت دوزخ میں صرف
اس لیے جل رہی تھی کہ اس نے ایک بلّی کو باندھ رکھا تھا اور وہ بلّی بھوکی پیاسی مر گئی تھی۔ اس عورت کو چاہیے
تھا کہ یا تو اس بلی کو خوراک دیتی، نہیں تو اسے آزاد کر دیتی تاکہ وہ اپنی خوراک خود حاصل کر لیتی ایسے مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحیح جانشینوں اور فرمانبرداروں سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ انسانوں کو بھوکا پیاسا رہنے دیں؟.....

اس لیے قحط کے دنوں میں اس خلیفہ راشد نے گھی اور گیہوں کی روٹی کا استعمال ترک کر دیا تھا اور صرف جو کی روٹی اور زیتون پر گزارا کرتا تھا۔ ان کے کسی گورنر نے ان سے کہا کہ آپ نے گیہوں اور گھی استعمال کرنا کیوں ترک کر دیا ہے جبکہ آپ کو یہ اشیاء حسبِ خواہش دستیاب ہو سکتی ہیں؟ اس خلیفہ راشد نے جواب دیا کہ کیا میری مملکت کے تمام خورد و کلاں کو یہ چیزیں دستیاب ہو رہی ہیں؟ اس گورنر نے جواب دیا کہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ خلیفہ نے سُن کر فرمایا کہ پھر مجھے ان اشیا کے استعمال کا حق نہیں پہنچتا تا وقتیکہ سب کو یہ چیزیں آسانی سے نہ مل جایا کریں۔

پھر جس خلیفہ راشد نے اپنی تنخواہ بھی بیت المال سے وصول نہ کی ہو اور عرصہ بھی بارہ سال کا گزر جائے کیا وہ لوگوں کے مال کو ہتھیانے کی کوشش کرے گا۔ اگر غلط فہمی کی بناء پر وہ اپنے کسی غلام پر تشدد کر بیٹھتا ہے تو اصل حقیقت معلوم ہونے پر اس غلام کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ بھی خلیفہ راشد پر اسی انداز سے سختی کرے جس انداز سے اس نے غلام پر کی تھی تاکہ دنیا کا قرضہ دنیا میں ہی چکا دیا جائے۔...... پھر صبر و تحمل کے اس پیکر نے چالیس روز کے محاصرہ میں رہ کر شمشیر دستان کے زخم کھائے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی لیکن شہر میں خونریزی نہ ہونے دی۔ کیا ایسے خلیفہ راشد سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ظلم و جفا کو پسند کرے گا؟.....

پھر ایک خلیفہ راشد کی زرہ بازار میں گر جاتی ہے اور غیر مسلم کے ہاتھ میں دیکھ کر وہ اپنی گری ہوئی زرہ کا مقدمہ قاضی شہر کی عدالت میں کر دیتا ہے لیکن قاضی عدم ثبوت کی وجہ سے خلیفہ راشد کا مقدمہ خارج کر دیتا ہے۔...... خلیفہ راشد قاضی کے فیصلہ کو دل و جان سے قبول کر لیتا ہے۔ کیا ایسے خلیفہ راشد سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ عدلیہ کے فیصلہ جات میں دخل اندازی کر دکھائے گا؟

ایک خلیفہ راشد خلافت سنبھالتے ہی تمام مسلمانوں کو یہ بات کھلے الفاظ میں کہتا ہے کہ مجھے آپ نے خلافت سنبھال دی ہے اور اپنا امیر چُن لیا ہے اگرچہ میں آپ سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو مجھے راہ راست پر ڈال دو۔ میرے نزدیک مظلوم طاقتور ہے جب کہ میں اس کا حق ظالم سے لے کر مظلوم کو نہ دلوا دوں۔ اسی طرح میرے نزدیک ظالم کمزور ہے جب تک میں اس سے حق چھین کر اس مظلوم کو (اصل حقدار کو) نہ دلوا دوں۔

کیا ایسے خلفائے راشدینؓ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذاتی اغراض سے خلافت چلاتے رہے ہیں؟ یا ان کی خلافت کے زمانہ میں ظلم و ستم اور دجل و فریب کا دور دورہ تھا؟

اصل میں اس تمام تعلیم کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیضان ہے

Marfat.com

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار

لافتیٰ اِلّا علیؓ لاسیفَ اِلّا ذُوالفقار

DATA ENTERED

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات، جنگی فتوحات
سیاسی اور انتظامی معاملات، اخلاقی، مذہبی اور علمی و روحانی کارنامے

مُصنّف

استاذ العلماء محمد علی نقشبندی

زاویہ پبلشرز

۶۔ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور

فون: 042-7248657 موبائل: 0300-9467047

Marfat.com